(سلسلہ نمبر ③) مارچ تا مئی 2012/ ربیع الثانی تا جمادی الثانی 1433

موسیقی اور دینِ فطرت

منشیات کا استعمال اور ان کا شرعی حکم

مجلس البحث العلمي

AL-MADINA ISLAMIC RESEARCH CENTER

www.islamfort.com

سلسلہ نمبر 3 مارچ تا مئی ۲۰۱۲ء/ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

زرِ سالانہ 160 روپے
قیمت اشاعت خاص 50 روپے

بیرون ملک
زرِ سالانہ 12 ڈالر (علاوہ ڈاک خرچ)
فی شمارہ 3 ڈالر

Bank Al-Habib A/C NO :
1103-0081-002746-01-2

پتہ
المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر
مسجد سعد بن ابی وقاص ڈیفنس فیز 4
11 کمرشل اسٹریٹ، نزد نثار شہید پارک
وگذری پولیس اسٹیشن کراچی
Ph:+92-21-35896959
Mob+923322135693
WEBSITE:
WWW.ISLAMFORT.COM
E-MAIL:
khalidgoraya1@hotmail.com
info@islamfort.com

فہرست مضامین

www.islamfort.com

الیکٹرانک میڈیا کی فیلڈ میں ایک منفرد ویب سائٹ

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی کے تحت، فاضلین مدینہ یونیورسٹی کی زیرِ سرپرستی علمی، تحقیقی ونایاب اسلامی کتب اور معتبر علماء کرام کے تحقیقی، تربیتی واصلاحی خطبات ودروس سے مزین ایک منفرد ویب سائٹ

خصوصیات:

الحمدللہ یومیہ ایک ہزار سے زائد وزٹس

- اسلامک کتب لائبریری
- اسلامک آڈیو لائبریری
- آن لائن فتویٰ کی سہولت
- مسجد نبوی اور مسجد الحرام کے حالیہ وسابقہ خطبات کے اردو تراجم
- آن لائن تحقیقی وتربیتی دروس
- اب آپ سہ ماہی ''البیان'' کا آن لائن مطالعہ ہماری ویب سائٹ پر بھی کرسکتے ہیں

منصوبہ جات:

- سرچ ایبل PDF کتب کی سہولت
- آن لائن فہمِ دین اور عربی لینگویج کورسز کا آغاز
- اسلامک ویڈیو لائبریری کا آغاز
- پاکستان بھر کے معتبر اہلِ علم کے جدید وقدیم فتاویٰ پر مشتمل جامع انسائیکلوپیڈیا

اپنی رائے اور مفید مشوروں سے ضرور آگاہ کیجیے:

info@islamfort.com

hchawla@islamfort.com

اداریہ

شراب : شرعی احکام اور مروجہ نظام

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے زیرِ اہتمام اہل حدیث علماء کا نمائندہ اجلاس اور متفقہ فتوی کا اجراء

الحمدللہ والصلوٰۃوالسلام علیٰ رسول اللہ وعلٰی آله وصحبه وأزواجه ومن والاہ، و بعد:

اس وقت وطنِ عزیز پاکستان کی دگر گوں صورتِ حال، معاشرتی، سماجی، سیاسی خستہ حالی اور لاءاِن آرڈر کی خطرناک صورت حال انتہا پر ہے۔ان حالات میں اہل علم اور دین سے وابستہ افراد کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ اس تباہ حالی میں لوگوں کو ایک امید کی کرن دکھائی جائے اور ان مہلک اسباب وامراض کی نشاندہی کی جائے جن کے باعث صورت حال اس پوزیشن تک پہنچی ہے۔ اسی حوالے سے گذشتہ دنوں مؤرخہ 2012 02 -12 شہر کراچی میں شعائر اسلام کے تحفظ، ملک میں شراب نوشی کی بڑھتی ہوئی شرح کی روک تھام، اسکی تجارت کی اجازت ودیگر مسائل کا شرعی نقطہ نگاہ سے جائزہ لینے اور معاشرہ کو شراب کے فتنہ سے محفوظ رکھنے اور اس کے تدارک کے لئے مناسب لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے زیرِ اہتمام اہل حدیث علماء کا نمائندہ اجلاس بعنوان شراب "شرعی احکام اور مروجہ نظام "منعقد کیا گیا۔اجلاس میں اہلحدیث علماء کی کثیر تعداد کے علاوہ قانونی ماہرین نے بھی شرکت کی ۔ اور مسئلہ مذکوہ پر شرعی وقانونی حیثیت سے مقالہ جات کی صورت میں روشنی ڈالی۔پروگرام کے آخر میں تمام علماء کی جانب سے ایک متفقہ فتویٰ کا اجراء کیا گیا۔اور معاشرے کو شراب اور نشے کی لعنت سے پاک کرنے کیلئے سفارشات بھی پیش کی گئیں۔

متفقہ فتویٰ کا متن

شراب نوشی، شراب کی تجارت وکاروبار اور اسکی خرید و فروخت کے مسئلہ پر اہل حدیث مکتبہ فکر کے ممتاز علماء و مفتیان کرام اور تمام اہل حدیث جماعتوں کے نمائندوں کے " متفقہ فتویٰ "کا متن۔

1. شراب کی تعریف یہ ہے کہ: ہر وہ چیز جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے، چاہے وہ کسی بھی چیز سے بنائی جائے۔
2. شراب اُمُّ الخبائث ہے یعنی ہر برائی کی جڑ ہے لہذا شراب بشمول اپنی تمام اقسام کے حرام ہے، چاہے کم مقدار میں ہو زیادہ۔

کتاب اللہ میں وارد یہ الفاظ:"إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔

اور :" إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ [2]

ترجمہ : شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کہ ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آجاؤ۔

---

[1] المائدۃ: 90

[2] المائدۃ: 91

اور یہ فرمانِ باری تعالیٰ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا[1] ۔ ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

یہ نصوص شراب کی حرمت پر صریح دلالت کرتے ہیں۔

نیز فرمانِ مصطفیٰ ﷺ: "كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ"۔[2]

" ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے"۔

اور آپ کا یہ فرمان: "**لعن الله في الخمر عشرا** "اللہ تعالیٰ نے شراب میں دس افراد پر لعنت کی ہے۔ اور آپ ﷺ کا فرمان "**ما أسكر كثيره فقليله حرام** "جس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

یہ دلائل شراب کی حرمت پر صراحت سے دلالت کرتے ہیں لہذا شراب کا استعمال ہر طرح سے حرام ہے۔

③ اسی طرح شراب کا بنانا، پینا، پلانا اور اسے دوا و دیگر اشیاء خورد نوش میں استعمال کرنا ہر لحاظ سے حرام ہے۔

④ شراب پینے والا شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، اس کی سزا شریعت میں بطورِ حد ۴۰ کوڑے مقرر ہے اور جو شخص شراب پینے پر مصرّ ہو اسکی تادیب کیلئے ۸۰ کوڑے بھی لگائے جا سکتے ہیں، جو کہ نص پر مبنی اجتہاد ہے جسکی اساس قرآنِ کریم اور سنّتِ رسول ﷺ ہے۔

⑤ شراب بیچنے والا شخص حرام فعل کا مرتکب ہوتا ہے اور معاشرہ میں فساد کا سبب بنتا ہے

---

[1] البقرة: 219

[2] صحيح مسلم: جلد سومحديث نمبر 721

لہٰذا وہ بھی شرعی سزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔

⑥ شراب کی کسی بھی طرح تجارت کرنا، اس کے کاروبار کو فروغ دینا، کسی بھی طرح سے اسے پھیلانا شرعاً حرام ہے اور اس حکم میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔

⑦ اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو شراب بیچنے، خریدنے اور اس کی دکانیں اور کارخانے کھولنے کی بالکل اجازت نہیں، اگر کوئی غیر مسلم شراب کو بیچتا ہے یا خریدتا ہے تو وہ بھی سزا کا مستوجب ہے۔

⑧ جو شخص شراب کی حرمت کا انکار کرتا ہے وہ شریعت کی قرآنی آیات اور صحیح احادیث کا منکر ہے اور قرآنی نصوص اور صحیح احادیث کا منکر کافر ہوتا ہے۔

سفارشات

شراب نوشی اور شراب کی تجارت کے مسئلہ پر ''اہلحدیث مکتبہ فکر'' کے ممتاز علماء ومفتیان کرام اور تمام اہلحدیث جماعتوں کے نمائندوں کا اجلاس شراب کے فتنے کے تدارک کے لئے سفارش کرتا ہے کہ اس معاملے کی روک تھام کیلئے مندرجہ ذیل لائحہ عمل اختیار کیا جائے:

1. شراب شرعی عقلی معاشرتی طبّی لحاظ سے انتہائی ضرر رساں چیز ہے۔ اس کے اس ضرر کو مختلف ذرائع سے عوام الناس کے سامنے واضح کیا جائے۔
2. خطابات کو مقالہ جات کی صورت میں مرتب کیا جائے۔
3. قانونی اور عوامی سطح پر اس تحریک کو مضبوط کیا جائے۔
4. ایک مفصل مضمون تحریر کر کے خطباء وعلماء کو ارسال کئے جائیں جو خطبات میں اس کو عام کریں۔
5. میڈیا چینلز کو استعمال کیا جائے۔

6. خطبات جمعہ میں اس کو عام کیا جائے۔
7. ویب سائٹس پر ان مقالات کو نشر کیا جائے۔
8. رسائل واخبارات کے ذریعے اس مہم کو عام کیا جائے۔
9. دیگر جماعتوں سے بھی اس معاملہ میں تعاون لیا جائے۔
10. قانونی سطح پر اس معاملے کی روک تھام کیلئے چارہ جوئی کی جائے۔
11. شراب کی دکانیں نقص امن کا خطرہ ہیں لہذا ان کی روک تھام کیلئے قانونی اقدامات کئے جائیں۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

❋❋❋

قارئین توجہ فرمائیں

الحمد للہ سہ ماہی البیان کی ٹیم اپنی تمام تر ممکنہ کاوشوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی ہر کاپی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن بتقاضائے بشریت، کمال کسی کو حاصل نہیں، لغزشیں بنی آدم کا خاصہ ہیں۔ لہذا قارئین سے گذارش ہے کہ وہ اس سلسلے کو مزید بہتر سے بہتر بنانے کیلئے تجاویز ارسال کریں۔ اور جہاں ہماری اصلاح کی ضرورت سمجھیں اصلاح بھی کریں کیونکہ "الدین النصیحۃ" دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔ ممکن ہے آپ کا کوئی قیمتی مشورہ ہمارے کام آجائے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے آپ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے۔ (ادارہ)۔

مرجئہ اور خوارج کا بیان

مرجئہ اور خوارج میں تقابل

علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

مرجئہ کا نظریہ ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں۔ جبکہ خوارج یہ نظریہ رکھتے ہیں ایک گناہ کا مرتکب بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ دو گروہ ایک دوسرے کے مقابلے میں ہیں ادھر یہ کچھ بھی کریں کافر نہیں ہوتے، اُدھر ایک گناہ کریں تو کافر ہو جائیں!۔ ہم (اہل السنۃ والجماعۃ) ان دونوں گروہوں کے درمیان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خُد اس کی گواہی دی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: {وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا}[1]

ترجمہ: ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں۔

وسط کے مطلب کی آئندہ الفاظ میں وضاحت کردی کہ "لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" لوگوں کے گواہ تم بنو۔ اور تمہاری گواہی رسول اللہ ﷺ دیں "وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" اس سے واضح ہوا کہ عدل والی چیز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی ہے اس کے علاوہ سب افراط اور تفریط ہے۔ قرآن و سنت افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ وحی الٰہی کی بتائی ہوئی ہر چیز کے ہم قائل ہیں، ہم نے دونوں طرح کے دلائل کو مانا ہے۔ ہم نصوص کا آپس میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے۔

مرجئہ نے صرف اس طرح کے دلائل کو لیا " **من قال لا إله إلا الله دخل الجنة**" جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گا"۔ اور باقی جو اعمال کے دلائل تھے ان کو پسِ

---

[1] [البقرة: 143]

پشت ڈال دیا۔ حالانکہ کہ لا الا اللہ کا معنٰی یہاں بغیر اعمال کے پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ '' من قال لا إله إلا الله دخل الجنة '' کے دو احتمال ہیں۔

اول: یا تو اس میں حصر کا مطلب ہے یعنی اس سے خارج کوئی ایمان نہیں۔

دوم: یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

اول الذکر میں حصر کا مطلب نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر حصر کا معنٰی لیں گے تو مراد یہ ہو گی کہ محمد رسول اللہ ﷺ رسول نہیں ہیں۔ اب سوال ہے کہ آیا اس شخص کو مسلمان مانا جائے گا جو یہ بات کہتا ہے۔ کیونکہ ''من قال لا إله إلا الله'' کہنے سے اگر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ نہ قیامت کو مانے نہ رسالت کو! اگر حصر کا معنٰی کریں گے تو یہی مطلب ہو گا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں حصر نہیں ہے بلکہ اس کا معنٰی و مفہوم یہ ہے کہ '' لا إله إلا الله'' ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ جو تمام شعبوں میں سے اعظم اور اعلیٰ ہے۔ جس کے فقدان سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا شعبہ ہے جس کے فقدان سے کل کا فقدان لازم آتا ہے۔

لہٰذا ان لوگوں کی اصطلاحات صحیح نہیں اور جو مذکورہ بالا اصول کو نہیں مانتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ تو مرجئہ نے ایک طرف کے دلائل کو لیا اور خوارج نے اعمال کے حوالے سے وارد وعید والی آیتوں اور حدیثوں کو لے لیا اور دوسری جانب سے دلائل کو ترک کر دیا۔ لہٰذا دونوں گروہ ایک طرف کو تھامنے اور دوسری جانب کو چھوڑنے کے باعث ہلاک ہو گئے۔

جبکہ ہم (اہل الحدیث) دونوں پر ایمان رکھتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔ ایمان کے اجزاء ہیں، ان کی کمی سے ایمان گھٹتا ہے اور بڑھنے سے بڑھتا ہے۔ یہی صحیح بخاری کی کتاب الایمان میں بیان کردہ سلف کا عقیدہ ہے۔ مگر اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ ہم کسی کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں۔ ہم کسی کو کافر اسی عمل کے ارتکاب پر کہیں گے جس عمل پر تکفیر

کیلئے نص وارد ہوئی ہو۔ قرآن وحدیث میں جس گناہ گار کو کافر کہا گیا ہے، اور جس فریضہ کے تارک کو کافر کہا گیا ہے ہم اسی کو کافر کہیں گے ہم اپنی طرف سے کفر کی تشریح نہیں کریں گے جیسا کہ خوارج نے کی۔

یہ چند بڑے اختلافات تھے۔ اب جہمیہ میں بعض ایسے ہیں جو بالکل انکار کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو تاویل کرتے ہیں، ان کے مقابلے میں صوفیہ نکلے۔

ادھر مقابلہ مرجئہ اور معتزلہ وخوراج کا ہے۔ اور قدریہ اور جبریہ کا ہے۔ ہمارا عقیدہ ان تمام کے عقائد کے درمیان کا عقیدہ ہے۔

بنیادی طور پر اصول یہ ہے کہ انسان اگر تمام اصولوں کو سامنے رکھے تو عقائد کا لینا آسان ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے: {هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ}[1] ترجمہ: وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے ہیں، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔

یہاں زیغ کا ہی نتیجہ ہے کہ یہ تمام فرقے منحرف ہوگئے اور راہ راست سے ہٹ گئے۔ اگر ان میں زیغ نہ ہوتا تو کم از کم ان آیات پر تو عمل کرتے جو محکم ہیں، جن میں اعتراض کی گنجائش

[1][آل عمران: 7]

نہیں ہے۔ لہذا معترضین ان آیات کا معنیٰ نہیں کرتے جن میں تشابہ پایا جاتا ہے، اس لئے کہ یہ منکرینِ حدیث ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں روایت میں یہ ہے اور فلاں میں یہ۔ لہذا جو تمہاری عقل کے مطابق ہے اس پر عمل کرو!۔

یہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں کہ جیسا کہ اہل الرائے کرتے ہیں کہ اپنی تاویلات کو لیکر باقی کو رد کردیتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے "هن أم الكتاب" یہ اصل اور بنیاد ہے۔ اہل الزیغ تشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ جبکہ جن کو اللہ تعالیٰ نے یقین عطا کیا ہے، ان کا وطیرہ یہ ہے کہ:" وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔" {رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ}[1]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بڑی عطا دینے والا ہے۔

تو یہ ایسا ماحول تھا کہ جس میں ان مسائل پر لکھنے کی بہت ضرورت تھی اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔ گذشتہ صفحات میں ان باطل عقائد کے حامل گروہوں کی توحید بیان ہوئی اب ہم اپنی (اہل السنۃ والجماعۃ) کی توحید سے متعلق وضاحت کرتے ہیں:

ہماری توحید یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے صفت وہ بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لئے بیان کی ہے یا جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اور اس صفت کی نفی کرتے ہیں جس کی خود اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے۔ اور جس کی رسول اللہ ﷺ نے نفی کی ہے۔ اپنی طرف سے ہم نہ اثبات کرتے ہیں نہ نفی کرتے ہیں۔ اور اگر ہم کوئی ایسی صفت اللہ تعالیٰ کیلئے بیان کردیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت نہ ہو تو گویا ہم نے اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہی جس کے کہنے کا ہمیں حق نہیں۔ حالانکہ یہ گناہ سب سے بڑا حتی کہ شرک سے بھی بڑا ہے۔

---

[1] [آل عمران: 8]

{قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ}[1]

ترجمہ: آپ فرمادیجیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اس بات کو کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات نہ لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔

یہ شیطانی کام ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہیں جس کا ہمیں علم نہیں۔ لہذا جس صفت کا ذکر نہیں ہم اس سے خاموش ہیں۔ اگر ہم نے یہ کہہ دیا کہ یہ صفت اللہ کی نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کی جو منسوب نہ تھی، اور اگر موجود ہے تو ہم نے اللہ کی طرف نقص کی نسبت کر دی۔

لہذا اسلامتی کا طریقہ یہی ہے جس طرح سلف رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔ اسی چیز کو ثابت کیا جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت ہے اور اسی چیز کی نفی کی جائے جس کی کتاب اللہ اور سنت رسول میں نفی کی گئی ہے۔ اور جہاں سکوت ہے وہاں سکوت اختیار کیا جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"أهل البدعة الذين يتكلمون فی الله وفی كلامه وصفته ولا يسكتون ما سكت عنه الصحابة والتابعين"۔**

اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ کی ذات اس کے کلام اور اس کی صفات میں باتیں کرتے ہیں۔ اور اس چیز پر خاموش نہیں رہتے جس پر صحابہ وتابعین خاموش رہے تھے۔

اور جب استواء کا مسئلہ آیا تو آپ نے فرمایا: **'' الإستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والجحود كفر والسؤال عنه بدعة۔**

---

[1] [الأعراف: 33]

عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

اہل الرائے پر بہت تعجب ہوتا ہے۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے سب سے پہلے مخاطب کون لوگ تھے؟ یقیناً وہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے۔ انہوں نے ان صفات کو سنا تو کیا رسول اللہ ﷺ سے اس بابت سوالات کیے؟ کیا وہ معنی جانتے تھے یا نہیں؟ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جسم نہیں ہو سکتا، تشبیہ بھی نہیں ہو سکتی، انہوں نے اس بابت سوالات نہیں کیے۔ کیا سوال نہ کرنے سے ان کے ایمان میں کوئی نقص آیا؟ بغیر سوال کے ان کا ایمان کامل و مکمل تھا۔ تو جب ان کا ایمان صفات میں سوال کیے بغیر مکمل ہوتا ہے تو ہمارا کیوں نہیں ہوتا۔؟ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم خوامخواہ تفصیل پوچھیں کہ بھائی استواء کیا ہے؟۔ معنیٰ معلوم ہے اور اللہ کی ذات بے مثل و بے مثال ہے۔ ان چند لفظوں میں ہماری توحید ہے جبکہ اہل باطل کی توحید جھگڑے اور تنازعات سے معمور ہے۔

جتنا انسان ان مسائل کی تہہ میں جائے گا اتنا ہی الجھے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان تکلف میں نہ پڑے جو چیز سمجھ میں آجائے اس پر عمل کرے اور جو مشکل ہو '' **فيكله الى عالمه** '' اس کو اہل علم کے سپرد کر دے۔ اور اسی پر اکتفا کرے۔ قرآن ایمان لانے کیلئے اتارا گیا ہے کوئی اکھاڑے بنانے کیلئے نہیں۔

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ و دیگر محدثین نے ان باطل نظریات و عقائد (جن کے ذریعے لوگوں نے کھیل تماشا بنا کر مسائل گھڑے) کی مکمل طور پر ناکہ بندی کی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب قائم کیا " **باب أخبار الآحاد** " اور اسی طرح ان کا جو حیلہ اور مکر تھا اس کا بھی ایک الگ اور مستقل عنوان قائم کیا۔ کیونکہ اہل الرائے ہر معاملے میں حیلہ اور مکر سے کام لیتے ہیں۔

شیعہ کے ہاں ’’تقیہ‘‘ اور اہل الرائے کے ہاں ’’حیلہ‘‘ دونوں ایک ہی عمل ہیں۔

دونوں اصطلاحات کا مقصد ایک ہی ہے کہ ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

❁❁❁

اہم اعلان

گزشتہ شمارے میں فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی کا ’’صحابہ کرام کی اہل بیت سے رشتہ داریاں‘‘ کے عنوان سے مضمون کا پہلا حصہ شائع ہوا تھا۔اس مضمون کے دوسرے حصے کو خصوصی اشاعت کے باعث آئندہ شمارے تک مؤخر کر دیا گیا ہے۔قارئین انشاءاللہ اب اس مضمون کا دوسرا حصہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

جزاکم اللہ خیرا (ادارہ)۔

عقیدہ و منہج

صحابہ کرام کے بارے میں اہل السنہ کے اجمالی عقائد

صحابہ کرام پر سبّ وشتم کا حکم

(قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

محمّد حماد امین چاؤلہ [1]

رسولِ اکرم ﷺ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر سبّ و شتم کرنا، اُن پر تبرّاء کرنا اور اپنی زبانوں کو اُن مقدّس ہستیوں کے خلاف استعمال کرنا یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کی ابتداء اُسی دن سے شروع ہوگئی تھی جس دن سے اصحابِ محمّد نے اولادِ آدم کے سردار، امام الانبیاء محمّد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اپنا سب کچھ اللہ اور اُس کے دین کی سربلندی کے وقف کر دیا تھا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد جس دن سے حق و باطل کا معرکہ شروع ہوا اُسی دن سے اسلام کے خلاف جہاں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سرگرم ہوئے وہیں اسلام کا لبادہ اوڑھے منافقین جو اپنے دلوں میں دینِ اسلام کو مٹانے کی خواہش رکھتے ہیں اس مشن میں اُن کے ساتھ لگ گئے اور اپنے مقصد کی تکمیل کی خاطر انہوں نے پہلے رسولِ اکرم ﷺ کی مقدّس شخصیت کو مجروح کرنا چاہا لیکن وہ کر نہ سکے کیونکہ اس طرح اُن کا نفاق اور کفر ظاہر ہو جاتا اور وہ مسلمانوں میں گھل مل نہ سکتے تھے اسی لیے اُنہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنا ہدفِ تنقید بنایا اور اُن کے خلاف پر اپیگنڈہ شروع کیا، کبھی اہلِ بیت کی محبّت کو بنیاد بنا کر، کبھی صحابہ کے باہمی سیاسی اختلافات کو بنیاد کر اور کبھی کسی اور بات کا بہانہ بنا کر، یہ لوگ کوئی موقع اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے، اور ہر ممکن یہ کوشش کرتے کسی بھی طرح اصحابِ محمّد کی شخصات کو مسلمانوں کی نگاہ میں مشکوک کر دیا جائے ،یہی نہیں بلکہ ظالموں نے نبی مکرّم ﷺ کی عزت و عصمت آپکی ازواجِ

[1] فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ منوّرہ ، مدیر شعبہ دعوت و تبلیغ المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی

مطہّرات رضی اللہ عنہن کو بھی اپنی اس رذیل حرکت کا نشانہ بنایا، اور ہر وہ مادّی وسیلہ اختیار کیا جس کے ذریعہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوسکتے تھے، انہوں نے ممبر و محراب استعمال کیے، مسلکی رسومات، نجی محفلوں اور دیگر تقاریب کے موقعوں پر لوگوں کی ذہن سازی کرنی شروع کی، قلم و تحریر کے ذریعہ مختلف رسائل و جرائد میں مضامین لکھے، کتابیں شایع کیں، تعلیمی ادارے قائم کیے، اور سب سے بڑھکر الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کو استعمال کیا، انٹرنیٹ کا سہارا لیا، اور اس جنگ میں جہاں انہوں نے مذکورہ وسائل کو ختیار کیا وہاں اُن کا ایک بہت بڑا ہتھیار "تقیہ"[1] رہا ہے جسکے بارے میں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ دین کے دس حصوں میں سے نو (9) حصے تقیہ پر مشتمل ہیں[2] اور اسطرح انہوں نے مسلمانوں کی لاعلمی و جہالت اور اُنکی اپنے اسلاف سے عملی دوری، اور آپس کے اختلافات کا بھرپور فائدہ اٹھایا، اور یہ فتنہ مسلمانوں میں اتنا زور پکڑ گیا کہ آج پوری دنیا میں آئے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین پر مشتمل واقعات رونما ہو رہے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرّاء کرنے والوں کے بغض کا یہ عالم ہے کہ صحابہ کی توہین کرنا اُن کے یہاں عبادت کا درجہ رکھتا ہے، اُن کے یہاں یہ رذیل عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا بڑا ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ان لوگوں نے ہر اُس شخص سے اپنے اس بغض کا اظہار کیا ہے جو صحابہ سے محبّت رکھتا ہو، اسی بنیاد پر ماضی قریب و بعید میں خون کی ہولی بھی کھیلی گئیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور جہاں جہاں ان لوگوں کا تسلّط قائم ہوتا جارہا ہے وہاں وہاں یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، آج عراق

---

[1] تقیہ کا مطلب ہے کہ زبان سے ایسی بات کرنا جو دل میں مقصود نہ ہو یعنی اپنے دل میں موجود بات کو چھپاتے ہوئے زبان سے اُسکے خلاف اظہار کرنا، جو یہ لوگ اپنے عقائد کی ترویج کے خاطر کرتے ہیں اور اسے ایمان کا بنیادی رکن اور حصہ سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سامنے والا بڑی آسانی سے اُن کے دھوکے میں گرفتار ہوجاتا ہے اور اسی طرح آج تک یہ طبقہ اپنے بغض و عناد کو چھپاتا آیا ہے جس کی وجہ سے انکی حقیقت عام مسلمانوں سے پوشیدہ ہے۔

[2] اس قول کی نسبت یہ لوگ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں (جو یقیناً اُن کے اس جھوٹ سے بری ہیں) اور یہی بات اُن کے امام خمینی سے بھی منقول ہے۔

اور شام کی زندہ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

بہر حال مسئلہ توہینِ صحابہ پر یہ انتہائی مختصر تحریر ہے، یہاں کلّی طور پر اس موضوع کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، قدماء و معاصرین کی اس موضوع پر انتہائی تفصیلی کتب موجود ہیں، یہاں ہم سنّی عوام کے لیے اور بالخصوص اُن داعیانِ وحدتِ امّت کی نصیحت کے لیے اسے پیش کررہے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اصحابِ محمدّ کی عزّت کو پیروں تلے روند کروہ مسلم اُمت کے دلوں کو جوڑ سکتے ہیں، لیکن کاش کہ وہ سمجھ پاتے کہ جن کے دل آج تک اصحابِ محمدّ کی عزّت و محبّت پر متحد نہیں ہوسکے وہ کیسے اصحابِ محمدّ سے محبّت کرنے والوں کے ساتھ متّحد ہوسکتے ہیں؟اور جو آج تک رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اپنے دلوں میں جگہ نہیں بنا سکے وہ کیسے اُن صحابہ کے پیروکاروں کے لیے اپنے دلوں میں جگہ بناسکتے ہیں؟؟؟

اس مختصر تحریر میں ہم نے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا تعارف ذکر کیا ہے پھر اُن کا مقام و مرتبہ، اُن کی فضیلت واہمیت، اور اُن کے خلاف کسی بھی قسم کی بدزبانی وبے ادبی کی ممانعت اور تحریم پر ایک مختصر سی روشنی ڈالی ہے اور اصحابِ محمدّ ﷺ کے حق ودفاع میں اللہ تعالیٰ، اُسکے رسول ﷺ، ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور اُمّت کے انتہائی معتبر و معروف اہلِ علم رحمۃ اللہ علیہ کے واضح فرامین اور فتاویٰ تحریر کیے ہیں اور اہل السنہ ہی کی نہیں بلکہ اہلِ تشیع کی بعض کتب کے حوالہ بھی پیش کیے ہیں، اور اس میں ہم نے بہت طوالت سے کام نہیں لیا بلکہ بطورِ مثال چند ایک روایات اور اقوال پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جس سے بات سمجھنا ممکن ہو، کیونکہ موضوع پر مشتمل تمام روایات اور اہلِ علم کے تمام اقوال کو جمع کرنا نہ ہی ہمارا مقصد ہے اور نہ ہی یہ مختصر مضمون اسکی اجازت دیتا ہے، مضمون کے آخر میں صحابہ کرام پر سبّ و شتم کے حکم کے حوالہ سے اہلِ علم کی انتہائی مفصل بحث کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے[1]، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] یہ تحریر دو حصوں پر مشتمل ہے جس کا پہلا آپ کے سامنے ہے جس میں قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ ذکر

☆ صحابی کی تعریف!

❋ **لغوی اعتبار سے: الصَّحَابَة**: یہ " صَاحب کی جمع ہے، جو کہ " **فَعَالَة** " کے وزن پر ہے اور عربی لغت میں صرف اسی باب میں " **فَاعِل** " کی جمع " **فَعَالَة** " کے وزن پر آتی ہے یعنی صَاحِب کی جمع صَحَابَة.[1]

اور معنی کے اعتبار سے یہ "کسی کی صحبت اختیار کرنے اور ساتھ رہنے کے معنی میں آتا ہے" جس میں وقت اور مدّت وغیرہ کی کوئی شرط اور قید نہیں۔

❋ **شرعی اعتبار سے**: ہر زمانے کے جمہور اہل علم کے نزدیک صحابی ہر اس شخص کو کہتے ہیں:

جس نے ایمان کی حالت میں، رسولِ اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو، یا آپ ﷺ کو دیکھا ہو، اور اسی حالتِ ایمان میں فوت ہوا ہو[2]۔

نوٹ: اگر کسی نے حالتِ ایمان میں رسولِ اکرم ﷺ سے ملاقات کی پھر "وہ مرتد ہو گیا" لیکن پھر دوبارہ اسلام لے آیا اور حالتِ اسلام میں فوت ہوا تو وہ بھی اہل علم کے صحیح قول کے مطابق "صحابی" ہی کہلائیگا۔

اسی طرح اہل علم کے راجح قول کے مطابق صحابی کی تعریف میں: لمبی مدّت تک ساتھ رہنے یا غزوہ میں شریک ہونے یا روایت کرنے کی شروط لازمی نہیں ہیں[3]۔

کیا گیا ہے جبکہ اقوال وفتاویٰ اہل علم ان شاء اللہ اگلے حصہ میں پیش کیے جائیں گے۔

[1] لسان العرب (519/1)

[2] الإصابة فی تمییز الصحابة لابنِ حجر 8،7/1

[3] ایضاً۔

اسطرح صحابی کی مذکورہ تعریف کے مطابق ہر اس شخص کا شمار صحابی میں ہو گا:

" جس نے ایمان کی حالت میں، رسولِ اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو، یا آپ ﷺ کو دیکھا ہو، اور اسی حالتِ ایمان میں فوت ہوا ہو، اگرچہ وہ لمبی مدّت تک رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نہ رہا ہو اور نہ ہی آپ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک ہوا ہو اور نہ ہی اُس نے رسولِ اکرم ﷺ سے کچھ روایت کیا ہو " [1]۔

یہی رائے ہر زمانہ میں جمہور اہلِ علم کی رہی ہے۔

حافظ امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحابی وہ ہے جس نے رسولِ اکرم ﷺ کو اسلام کی حالت میں دیکھا، اگرچہ وہ لمبی مدّت تک پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ نہ رہا ہو، اور اس نے کچھ بھی پیغمبر ﷺ سے روایت نہ کیا ہو (تب بھی وہ صحابی کے حکم میں ہی ہو گا) یہی قول ہر زمانہ کے جمہور اہلِ علم کا ہے [2]۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے رسولِ اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی (یعنی آپکے ساتھ رہا) یا پھر مسلمانوں میں سے جس نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھا وہ آپ علیہ السلام کے صحابہ میں شمار ہو گا [3]۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد!

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

اس غزوہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمان بہت بڑی تعداد میں تھے جسے کوئی ضخیم

---

[1] الإصابة فی تمییز الصحابة لابنِ حجر 8،7/1

[2] اختصار علوم الحدیث ص: 133، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ مقام پر یہی رائے رکھنے والے دیگر اہلِ علم کے نام بھی ذکر کیے ہیں، جو وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

[3] صحیح البخاری (1335/3)

کتاب جمع و محفوظ نہیں کرسکتی[1]۔(یعنی سیدنا کعب کا مقصود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کی کثرت بیان کرنا تھا) جبکہ سیرت و تاریخ کی کتب میں غزوہ تبوک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تیس سے چالیس ہزار تک ہے۔(واضح رہے کہ یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیان کی گئی ہے جو غزوہ تبوک میں شریک تھے)۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار ہے، اور امام ابوزرعہ الرّازی رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں:

1) ایک لاکھ چودہ ہزار 2) ایک لاکھ بیس ہزار۔

خلاصہ کلام یہ کہ مجموعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار ہے، لہٰذا جب بھی صحابہ کی تعداد ذکر کی جائے تو اُس میں تحدید نہیں کرنی چاہیے بلکہ کم و بیش کا اضافہ ضرور کرنا چاہیے۔

☆ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی تعریف!

اہل بیت سے کیا مراد ہے اور اہل بیت میں کون لوگ شامل ہیں؟

یہ ایک مفصل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم مراد وہ لوگ ہیں جن کا شمار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار و قرابت داروں میں ہوتا ہے۔

✿ اور وہ تین قسم کے لوگ ہیں:

1) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارک رضی اللہ عنہم۔

2) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مُطہّرات رضی اللہ عنہن۔

3) اور بنو ہاشم (خاندانِ ہاشم) رضی اللہ عنہم۔

اب مختصراً مذکورہ تینوں اقسام کی تفصیل آپکے سامنے رکھتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري:4/1603- 1604ح: 4156 و مسلم 4/2120-2121 ح: 2769

رسولِ اکرم ﷺ کی اولاد باسعادت رضی اللہ عنہم!

آپ ﷺ کی اولاد کی تعداد سات ہے، جن میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں،

بیٹوں کے نام: جناب قاسم، عبد اللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہم (یہ تینوں بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے)

بیٹیوں کے نام: سیدہ رقیہ، امّ کلثوم، زینب اور فاطمہ ہیں رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کی بیٹیوں میں صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد ہیں)، آپ ﷺ کی تمام اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں سوائے آپ ﷺ کے بیٹے جناب ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کہ وہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہن!

ازواجِ مطہّرات (بیویوں) سے مراد وہ خواتین ہیں جن سے رسولِ اکرم ﷺ نے شادی کی اور دخول فرمایا، اور اسطرح انہیں اللہ ربّ العالمین نے دنیا و آخرت دونوں میں اپنے حبیب رسول ﷺ کی بیویاں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، اور انہیں اُمہات المؤمنین (مؤمنوں کی ماؤں) کے لقب سے سرفراز فرمایا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: {النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ}[1] (یہ نبی (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی اَزواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں)۔

آپ ﷺ کی تمام ازواجِ مُطہّرات (بیویاں) رضی اللہ عنہن بھی آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ہیں جس کی دلیل قرآنِ حکیم کی سورۃ الاحزاب آیت نمبر:32 و 33 ہے جس میں اللہ رب العالمین نے نبی مکرّم ﷺ کی بیویوں کو "اہل بیت" کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی بیویوں کی تعداد گیارہ ہے جن کے نام یہ ہیں:

سیّدہ خدیجہ بنتِ خُویلِد، سیّدہ عائشہ بنتِ ابو بکر الصّدیق، سیّدہ حفصہ بنتِ عمر الفاروق، سیّدہ

---

[1] [الأحزاب: 6]

سودہ بنتِ زمعہ العامریّہ، سیّدہ زینب بنتِ خُزیمہ الھلالیّہ اُمّ المساکین، سیّدہ اُمّ سلمہ ھند بنتِ ابی اُمیّہ المخزومیّہ، سیّدہ زینب بنتِ جحش الاسدیّہ اُمّ الحکیم، سیّدہ جُویریہ بنتِ حارث الخزاعیّہ، سیّدہ اُمّ حبیبہ رِملہ بنتِ ابی سفیان، سیّدہ صفیہ بنتِ حُیی اور سیّدہ میمونہ بنتِ حارث الھلالیّہ رضی اللہ عنھن۔

جبکہ سیّدہ ماریہ قِبطیّہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں۔

ان ازواجِ مطہّرات میں سے دو(2): سیدہ خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب بنتِ حارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی میں فوت ہوگئیں تھیں، جبکہ باقی نو(9) ازواجِ مطہّرات رضی اللہ عنھن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوت ہوئیں۔

بنو ہاشم (خاندان ہاشم)!

بنو ہاشم: میں مندرجہ ذیل خاندان کا شمار بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں ہوتا ہے:
خاندانِ علی (بنو علی)، خاندانِ جعفر (بنو جعفر)، خاندانِ عبّاس (بنو عبّاس) خاندانِ عقیل (بنو عقیل) اور خاندانِ حارث بن عبد المطّلب (بنو حارث بن عبد المطّلب)۔ یہ سب اہلِ بیت میں سے ہیں رضی اللہ عنھم۔

جبکہ خاندانِ ابو لہب (بنو ابو لہب) کے وہ لوگ جو اسلام لے آئے تھے، انکے بارے میں اہلِ علم کے مابین اختلاف ہے کہ آیا ان کا شمار اہلِ بیت میں ہوگا کہ نہیں؟

اور راجح اور تحقیق شدہ بات یہی ہے کہ وہ بھی اہلِ بیت میں سے ہیں رضی اللہ عنھم۔ (کیونکہ اُن میں قرابت کے ساتھ ساتھ اسلام کا وصف بھی جمع ہوگیا ہے، اور انہیں اہلِ بیت سے خارج کرنے کی کوئی معقول دلیل ہمارے علم میں نہیں ہے)۔ واللہ اعلم

یہ تو تھا صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنھم کا مُختصر سا تعارف اب ہم آگے اپنے موضوع کی طرف بڑھتے ہیں۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کا حکم!

یہاں اگرچہ ہمارا موضوع "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کا حکم بیان کرنا" ہے، لیکن اِس سے پہلے کہ ہم اس مسئلہ پر بات شروع کریں اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام پر تبرّاء و سبّ وشتم کی سنگینی کا اندازہ اُس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا جب تک صحیح معنوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ اور قرآن وسنّت میں بیان کیے گئے انکے حقوق ہمارے علم میں نہ ہوں۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ!

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور " امّتِ مسلمہ پر اصحابِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق " پر تفصیلی مضمون پچھلے شمارے میں گذر چکا ہے، اس لیے یہاں ہم تفصیل کے ساتھ اس حوالہ سے نہیں لکھیں گے، البتہ مختصراً صحابہ کرام کے حوالہ سے چند انتہائی اہم باتوں کو نقاط کی صورت میں ضرور ذکر کریں گے، جن کا ذہن نشین کرنا مطلوبہ مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے، کیونکہ کہ مندرجہ ذیل نقاط سے یہ بات انتہائی واضح ہو جائیگی کہ جنکی شان اتنی بلند اور مقام اتنا عظیم المرتبت ہو اُن پر کسی طور سے بھی سبّ وشتم کرنا جائز نہیں اور جو بھی صحابہ پر سبّ وشتم کرتا ہے وہ یا تو اُن کے حقیقی مقام و مرتبہ سے ناآشنا ہے یا پھر متعصب، ضدّی ہے جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے اور مسلمانوں کی جڑیں کھوکلی کرنا چاہتا ہے۔

اور وہ اہم نقاط مندرجہ ذیل ہیں:

1. اہل السنہ والجماعہ [1] کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ:

اللہ تعالی کی مخلوق میں سب سے افضل اُس کے رسول و انبیاء علیہم السلام ہیں پھر تمام انبیاء ورُسُل میں سب سے افضل جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل

---

[1] ہر زمانہ میں امت مسلمہ کا وہ طبقہ جو حق پر، کتاب وسنّت پر قائم ہو اُسے "اہل السنہ والجماعہ" کہا جاتا ہے)

انبیاء کے صحابہ وساتھی ہیں اور پھر انبیاء کے صحابہ میں جو سب سے افضل ہیں وہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم یعنی جیسے محمدؐ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں بالکل اسی طرح محمدؐ ﷺ کے صحابہ تمام انبیاء کے صحابہ میں سب سے افضل ہیں رضی اللہ عنہم۔

الغرض اللہ کے رسول ﷺ کے بعد وہی امّت کا سب سے "بہترین طبقہ" ہے، صحابہ کرام میں نسبۃً جو سب سے ادنی صحابی ہیں وہ بھی صحابہ کے بعد آنے والے امّت کے ہر فرد سے افضل ہیں اگرچہ وہ فرد سب سے اعلیٰ، سب سے بزرگ وبرتر، کوئی امام، محدّث، فقیہ، قائد، پیر وغیرہ ہی کیوں نہ ہو رسولِ اکرم ﷺ کے ادنی صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ ہدایت میں اصحابِ محمدؐ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

{كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ}[1]

(تم سب سے بہترین امّت ہو جسے لوگوں کی (ہدایت کے) لیے پیدا کیا گیا ہے۔)

اس آیت میں رب تعالیٰ نے تمام امّتوں میں سب سے بہترین اور افضل اُمّتِ مُسلمہ کو قرار دیا ہے جسکے سب سے پہلے مخاطب اصحابِ محمدؐ ہیں رضی اللہ عنہم، اور جس طرح مسلم امّت، تمام امتوں میں سب سے اعلیٰ واشرف ہے اسی طرح جو کچھ اس امّت کو دیا گیا ہے وہ ان تمام چیزوں سے اعلیٰ واشرف ہے جو سابقہ امتوں کو اللہ تعالی نے عطا فرمایا، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید سابقہ کتب میں سب سے افضل، شریعت محمدّیہ دینِ اسلام سابقہ ادیان میں سب سے افضل، رسولِ اکرم جناب محمدؐ ﷺ سابقہ انبیاء ورسل میں سب سے افضل اور اسی طرح اصحابِ محمدؐ ﷺ تمام انبیاء کے صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

اور جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

" انتم خیرها واکرمها علی الله" کہ تم امّتوں میں سب سے بہترین ہو اور اللہ تعالیٰ کے

---

[1] [آل عمران: 110]

نزدیک سب سے محترم ومعزّز ہو[1]۔

اور رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

خَيْرُ امّتی قَرْني ثمّ الّذين يَلُوْنَهم ثمّ الّذين يَلُوْنَهم[2]۔ میری امّت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں (یعنی دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم) پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں (یعنی دورِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم) پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں (یعنی دورِ تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے بہترین زمانہ رسولِ اکرم ﷺ کا زمانہ ہے جس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے[3]۔

یہی بات امام ابن عبد البر نے " الاستیعاب " اور علامہ سفارینی رحمہما اللہ نے " شرح الدرۃ المضیئۃ "میں بیان فرمائی ہے کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں[4]۔

یہی بات رسولِ اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسطرح بیان فرماتے ہیں: وہ محمدّ ﷺ کے صحابہ تھے جو اللہ کی قسم ! "اس امت میں سب سے افضل تھے" جن کے دل سب سے نیک، علم میں سب سے زیادہ اور تکلفات میں سب سے کم تھے۔وہ عظیم جماعت کہ جنہیں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر ﷺ کی صحبت وساتھ کے لیے اور اپنے دین کی سربلندی وقیام کے لیے منتخب فرمایا، تو(اللہ کے بندوں!) ان(صحابہ) کی فضیلت کو پہچانو، اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو، اور اپنی استطاعت کے مطابق انکے اخلاق و

---

[1] رواه الترمذی : 83/4 وحسّنه وقال الحاكم صحيح-

[2] متفق عليه وهذا لفظ البخاری:ح؛3650

[3] شرح النوری علی مسلم 84/16

[4] مقدمة الاستيعاب تحت الاصابة (2/1)

کردار اور دین و منہج کو عملاً تھام لو، کیونکہ وہ سب ہدایت وسیدھے راستے پر تھے۔[1]

اور یہی بات مختلف الفاظ سے سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، قتادہ اور حسن بصری رحمہا اللہ سے بھی منقول ہے۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذکورہ مقام ومرتبہ کا یہ تقاضہ ہے کہ:

2 اپنے دلوں کو انکی محبّت سے منوّر رکھا جائے اور عمل سے اُس کا اظہار کیا جائے، اور ہر اُس شخص سے بُغض ونفرت کی جائے جو صحابہ کرام سے محبّت نہیں کرتا یا صحابہ سے بغض رکھتا ہے یا کسی بھی طرح صحابہ پر تبرّاء وسبّ وشتم کرتا ہے۔

کیونکہ:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:**أية الإيْمانِ حُبُّ الأَنْصارِ و أية النِّفاقِ بُغْضُ الأَنْصارِ** کہ انصار صحابہ کرام سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔[3]

صحابہ کرام میں دو جماعتیں تھیں: ایک انصار صحابہ کی اور دوسری مہاجرین صحابہ کی رضی اللہ عنہم، اوران دونوں میں افضل مہاجرین صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم،

یہاں اس روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار صحابہ سے محبّت کو ایمان اور ان سے بغض کو نفاق قرار دیا ہے، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب انصار صحابہ سے محبّت ایمان کی علامت اور بغض نفاق کی علامت ہے تو مہاجرین صحابہ سے محبّت بدرجہ اولیٰ ایمان اوران سے بغض تو لازمی نفاق شمار ہوگا کیونکہ مہاجرین صحابہ، انصار صحابہ سے من جملہ افضل ہیں، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے حق میں یہ نصیحت ہے تو مہاجرین جو انصار سے افضل ہیں تو کیا

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر فی 2/947، و ذمّ الكلام:للهروی 4/288،

[2] الشريعة للآجرى:4/1685،و شرح السنة للبغوی:1/214

[3] صحيح البخاری 1/14 ح:17 وصحيح مسلم 1/85 ح:74

انکے حق میں یہ نصیحت نہ ہو گی ؟ بلکہ انکے حق میں یہ نصیحت اور بھی سخت شمار ہو گی فتدبّر!۔
اور یہی بات اہل السنہ والجماعہ کے عقیدہ کے طور پر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان!

خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے دعویدار حامیوں (جو خود کو شیعانِ علی یعنی علی رضی اللہ عنہ کا حامی کہا کرتے تھے) کو ڈانٹتے ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: میں نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور میں تم (شیعانِ علی) میں سے کسی کو بھی اُن (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) جیسا نہیں دیکھتا، وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دن کا آغاز انتہائی سادگی میں فرماتے جبکہ رات بھر وہ (اللہ کی عبادت میں) سجدے اور قیام میں گذار چکے ہوتے تھے پھر بھی دن بھر اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی وانکساری میں پیشانیوں کے بل سجدہ ریز رہتے اور طویل سجدوں کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا کہ گویا اُنکی پیشانیوں میں کوئی سخت ومضبوط چیز جوڑدی گئی ہو،اوران میں آخرت کی فکراتنی تھی جیسے وہ (دنیامیں) آگ کے انگارے پر کھڑے ہوں، جب بھی اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جاتا تو اُن کی آنکھوں سے (اُسکی محبّت میں اور اُس کے خوف سے) آنسو جاری ہو جاتے، یہاں تک کہ (اُن آنسوں سے) اُن کے گریبان بھیگ جاتے ، اور ایک طرف اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور دوسری طرف اُس سے ثواب و جنت کی امید کرتے ہوئے وہ ایسے ہو جاتے جیسے سخت تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے[1]۔

سیدنا علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ (امام زین العابدین):

نماز میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے انتہائی لمبی دعائیں فرمایا کرتے تھے[2]۔

---

[1] نھج البلاغہ : ص:143، الکافی:2/236،بحارالانوار:66/307

[2] الصحیفہ سجادیہ ص:42

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ کی مشہور ترین کتاب عقیدہ طحاویہ میں ذکر فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے سے کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور نہ ہی کسی پر تبرّاء کرتے ہیں۔ اور ہم ہر اس شخص سے بغض و نفرت کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتا ہے، اور ہم ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ ہی انکا ذکر کرتے ہیں، ان سے محبت کرنا دین ہے، ایمان ہے، احسان ہے، جبکہ ان سے بغض رکھنا کفر ہے، نفاق ہے اور سرکشی و فساد کا سبب ہے۔[1]

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ: "حب أبی بکر وعمر سنة؟قال:لا فریضة " کہ کیا جناب ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبّت کرنا سنّت ہے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ فرض ہے[2]۔

معروف تابعی امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

" حب أبی بکر وعمر ومعرفة فضلهما من السنة " کہ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبّت کرنا اور اُن دونوں کے شرف وبلند مرتبہ کو پہچاننا مسنون عمل ہے[3]۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

" كان السلف يعلّمون أولادَهم حبَّ أبی بکر وعمرَ کما يعلّمون السورة من القرآن " ۔ کہ سلف صالحین رحمہم اللہ اپنی اولاد کو قرآن کریم کی سورت کی طرح سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبّت سکھاتے تھے[4]۔

---

[1] شرح العقیدۃ الطحاویۃ 704/2

[2] کتاب الرّقائق والحکایات لخیثمة بن سلمان،ص:171

[3] العلل و معرفة الرّجال للامام احمد 452/1،453

[4] مسندالامام ابن القاسم الجوهری ،ص:110 و شرح اصول الاعتقاد للالکائی 1240/7

امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: آپ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبّت فرض ہے [1] ۔
اسی طرح:

- اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جنہیں دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی خوشخبری سنائی اور ان سے جنّاتِ عدن کا وعدہ فرمایا، جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا{وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى} [2] کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک (صحابی) سے اچھی جزاء (جنّت) کا وعدہ فرمایا ہے۔
- اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ "مقرّب و محبوب" بندے بھی یہی ہیں.
- اصحابِ محمّد وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جن کی صفاتِ حمیدہ رب تعالیٰ نے سابقہ کتب توراۃ وانجیل میں بھی ذکر فرمائی ہیں [3] ۔
- ہر نبی نے اپنی قوم کو تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) کی وصیت فرمائی ہے، اور امّتِ محمّدیہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ "اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے" بھی یہی اصحابِ محمّد ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے "مخاطَبین" بھی یہی ہیں، اسی لیے اہل السنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اصحابِ محمّد کی فہم و منہج (یعنی انکا اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد و مقصود کو سمجھنا اور اسپر عملاً چلنا) عین حق ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ اصحابِ محمّد نے کسی آیت و حدیث یا کسی بھی دینی مسئلہ کو غلط سمجھا ہو اور انکے بعد آنے والوں نے اسے صحیح طرح سمجھا ہو، کیونکہ اگر کوئی یہ بات کرتا ہے تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے

---

[1] الجمهرة، ص:3
[2] [النساء: 95]
[3] سورة الفتح آیت :29

پہلے مخاطبین ہی اللہ کی مراد نہیں سمجھ سکے، اور یہ رب العالمین کی شان میں انتہائی بے ادبی و گستاخی ہے کہ وہ اپنے سب سے پہلے مخاطبین کو اپنی بات نہیں سمجھا سکا والعیاذ باللہ، اس لیے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ دینِ حق وہی ہے جو اصحابِ محمدؐ نے سمجھا ہے اور جو اصحابِ محمدؐ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔

- قرآن حکیم میں جہاں بھی اہلِ ایمان کی تعریف و فضیلت بیان ہوئی ہے اسکے اوّلین مصداق بھی یہی اصحابِ محمدؐ ﷺ ہیں رضی اللہ عنہم، کیونکہ وہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور اہلِ ایمان میں اللہ تعالیٰ کے سب سے مخاطبین بھی وہی ہیں۔
- انکے شرف کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں۔
- اور وہ اللہ ربّ العالمین کا انتخاب ہیں جنہیں اُس نے اپنے سب سے محبوب و مقرّب رسول ﷺ کی صُحبت و ملازمت کے لیے منتخب فرمایا، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ: "إن الله اختارني و اختار لي أصحابًا،فَجَعَل لي مِنْهم وُزَرَاء و أنْصارًا وأصْهارًا "الخ کہ اللہ تعالیٰ نے (نبوّت کے لیے) میرا انتخاب فرمایا اور میرے لیے ساتھیوں (صحابہ) کا انتخاب فرمایا، پس اُن (صحابہ) میں سے کچھ کو میرا وزیر بنایا، کچھ کو مددگار، اور کچھ کو میرا سُسر (بیوی کا والد) اور داماد (بیٹی کا شوہر) بنایا[1]۔

اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے سب سے محبوب ﷺ کی ملازمت و ساتھ کے لیے صرف ایسی ہی

[1] رواه الطّبرانی والحديث حسن واسناده صحيح رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير محمد بن خالد و هو الغبي الملقب بسور الأسد وهو صدوق.وللحديث بعض الشواهد الموصولة المسندة ومن أجلها حسّنهُ الألباني: في صحيح الجامع 6285 و كذا في الصحيحة 2340.

جماعت کا انتخاب فرما سکتا ہے جو رسولوں کے بعد اس کائنات کی سب سے بہترین جماعت ہو ،جن کے دل سب سے پاکیزہ، گُفتار سب سے اعلیٰ، کردار سب سے بلند ہو، اور یہی بات انہیں بقیہ تمام لوگوں سے ممتاز کر دیتی ہے کہ وہ "رسولِ اکرم ﷺ" کے "ساتھی" ہیں، اور خود رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: **المرءُ علیٰ دینِ خَلیلِه فَلْیَنْظُرْ أَحدُکم من یُّخالِلْ** (کہ انسان اپنے دوست اور ساتھی کے دین وطریقہ پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ یہ جائزہ لے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے، کس کی صحبت میں اٹھ بیٹھ رہا ہے)، اب جو شخص بھی صحابہ کے گفتار و کردار کے بارے میں کچھ بھی جاننا چاہتا ہے وہ صرف یہ ہی دیکھ لے تو بات اسکی سمجھ میں آجائیگی کہ صحابہ کرام کس کے ساتھی تھے اور کس کی صحبت میں رہا کرتے تھے ؟؟؟ اسی طرح عربی میں ایک بہت مشہور محاورہ بھی ہے کہ: **عن المرءِلا تسْألْ وسَلْ عنْ قَرِینِه فکلُّ قرین بالمُقارنِ یَقْتَدِيْ** (کہ شخص کے بارے میں مت پوچھو بلکہ اسکے دوست و ساتھی کے بارے میں پوچھو، کیونکہ ہر شخص اپنے ساتھی ہی کے نقشِ قدم پر چلتا ہے)، اور یہی بات ہمارے معاشرہ میں اس انداز سے کہی جاتی ہے کہ: ہر شخص اپنے ہم مجلس، دوست احباب اور اٹھنے بیٹھنے والوں سے پہچانا جاتا ہے۔

❁ آج کتاب وسنت اور دینِ اسلام کے ہم تک پہنچنے کا سبب ہی اصحابِ محمدّ ﷺ ہیں۔

اور یہ کہنا بالکل بجاودرست ہو گا کہ اگر صحابہ نہ ہوتے تو آج ہمارے پاس نہ اسلام ہو تا نہ ایمان، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی اور نہ ہی رسولِ عربی ﷺ کی پہچان، نہ ہی رسولِ اکرم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ ہوتیں اور نہ ہی قرآن، عقائد، عبادات، معاملات کچھ بھی نہ ہوتا کیونکہ انہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ ہدایت قرآن کریم، اپنے ہادی پیغمبر ﷺ کی احادیثِ مبارکہ اور دینِ حق اسلام کو محفوظ فرمایا اور آنے والے تمام لوگوں تک پہنچایا۔

❁ آج ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور صرف زبان سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ دینِ اسلام ہر زمانہ اور ہر معاشرہ کے لیے قابلِ عمل ہے لیکن اصحابِ محمدؐ ہیں کہ جنہوں نے اس دعویٰ کو عملاً ثابت کرکے دکھایااور سب سے پہلے اس دنیامیں اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرکے دکھایا، اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دکھایا کہ واقعی اسلام ہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ جسکے ذریعہ ہر معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کیاجاسکتاہے اور اسلام ہی ہر بندہ کے حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

❁ غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مبارک جماعت ہے کہ جن کی عبادات، جن کے معاملات، جن کی قربانیاں، حتیٰ کہ جن کا جینا اور مرنا صرف اور صرف ایک اللہ ربّ العزّت والجلال ہی کے لیے تھایہی وجہ ہے کہ:

❁ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے ایمان کے لیے بطورِ معیار وضابطہ کے مقرر فرمایا، اور انکے عمل و منہج (طرزِ زندگی) کو پوری امت کے لیے باعثِ اقتدا و پیروی کے مقرر فرمادیا۔

3 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف بیان کرنا، اُن کی اچھائیوں کو نشر کرنااور ہمیشہ خیر وبھلائی کے ساتھ ہی ان کا تذکرہ کرنا!

یہ ایک مستقل قاعدہ ہے جو پچھلی سطور میں بیان کیے گئے تمام نقاط اور باتوں کا خلاصہ و نتیجہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی محبت اور انبیاء علیہم السلام کے بعد پوری کائنات میں انکی افضلیت کا عقیدہ اس بات کا متقاضی ہے کہ انکی تعریف کی جائے اور انکی اچھائیوں اور محاسن کو بھرپور انداز سے بیان کیا جائے اور جب بھی انکاذکر کیا جائے ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا جائے۔

اور قرآن وحدیث میں موجود جتنے بھی دلائل صحابہ کی محبت اور انکی فضیلت میں مذکور ہیں وہ سب اس قاعدہ کے دلائل کے زمرہ میں آتے ہیں۔

4 صحابہ کرام کی خطاؤں پر خاموش رہنا اور اُن کے عیوب سے بھی صرفِ نظر کرنا!

✳ صحابہ کرام سے سرزد ہونے والی خطائیں اور اُن کی حقیقت!

اور جہاں تک صحابہ کرام سے سرزد ہونے والی خطاؤں پر خاموش رہنے اور اُن کے عیوب سے صرفِ نظر کرنے کا تعلّق ہے تو اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں [1]، بلکہ وہ بھی انسان تھے اور انسان سے غلطی ہوتی ہے، اُن سے بھی ہوئی، لیکن یقیناً یہ بات ضرور ہے کہ اُن سے جو غلطیاں ہوئیں وہ ہرگز اُن غلطیوں جیسی نہیں ہو سکتیں جو انکے علاوہ اس امت میں کسی اور سے سرزد ہوں، اور وہ غلطیاں انتہائی معمولی تھیں جو اُن نیکیوں اور احسانات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کی خاطر انجام دیے،

اسی لیے یہاں ہم صحابہ کرام کے حوالہ سے منقول شدہ غلطیوں کی حقیقت بھی آپ کو بیان کرتے چلیں جو قواعد کی صورت میں درجِ ذیل ہیں، جن کا ذہن نشین کر لینا بہت ضروری ہے:

✳ صحابہ کرام کے بارے میں جو کچھ بھی ایسا مروی ہے جو انکی شان و مرتبہ میں نقص پیدا کرتا ہے وہ تین باتوں سے خالی نہیں:

1. وہ بات سند کے اعتبار سے درست نہ ہو یعنی جس ذریعہ سے صحابہ کے بارے میں ہم تک وہ خبر پہنچی ہے وہ محدّثین کے متفقہ قواعد کے مطابق ناقابلِ اعتبار ہو، ایسی صورت میں وہ بات مردود ہوگی اور اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔
2. وہ بات سند کے اعتبار سے درست ہو لیکن اُسکے اچھی اور بُری دونوں توجیہات ہوں، ایسی صورت میں بالاتفاق اُس بات کی اچھی توجیہ ہی نکالی جائیگی۔

---

[1] اہل السنہ والجماعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس دنیا میں صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہی معصوم ہیں اس معنی میں کہ ان سے گناہ نہیں ہوتے اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہیں کہ جو گناہوں سے معصوم ہو، اگرچہ وہ اہل بیت اور صحابہ کرام ہی کیوں نہ ہوں۔

3. وہ سند کے اعتبار سے درست ہو اور اسکی کوئی احسن توجیہ بھی نہ ہو، ایسی صورت میں بھی بالاتفاق اُسے صحابی کے اجتہاد اور معقول تاویل پر ہی محمول کیا جائیگا، کیونکہ شریعت کے متفقہ اصول کے مطابق جان بوجھ کر صحابی کا غلط رائے و عمل کو اختیار کرنا ناممکن ہے ،اور انکی سیرت اس بات کی گواہی دیتی ہے لہٰذا اسے بنیاد بناکر اُن پر اعتراض کرنا کسی طور جائز نہیں ہو گا۔

✳ اسی طرح یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو گناہ سرزد ہوئے وہ مندرجہ ذیل پانچ باتوں میں سے کسی ایک سے زائل ہو جائیں گے:

1. یاتو صحابہ نے اس گناہ سے توبہ کرلی ہو گی، اور یقیناً کی ہو گی کیونکہ وہ سب سے بڑھکر توبہ کی حرص رکھنے والے اور توبہ کرنے والے لوگ تھے، ایسی صورت میں ان پر کوئی گناہ باقی ہی نہیں رہتا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔
2. یاپھر وہ گناہ انکی نیکیوں کے بدلہ میں معاف کر دیے جائیں گے، کیونکہ قرآن حکیم میں رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ(نیکیاں ،برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں) اور بلا شبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیکیوں کے مقابلہ میں اُن کے گناہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، خاص طور پر جب ادنٰی سے صحابی کی نیکی کا اجر بقیہ اُمت کے نیک ترین آدمی کی بڑی سی بڑی نیکی کے اجر کے مقابلہ میں کئی درجہ زیادہ ہو۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کی گئی حدیث (میرے صحابہ کو برامت کہو) میں بیان ہوا۔
3. یا پھر انکے گناہ انکے سب سے پہلے اسلام لانے کی وجہ سے معاف کر دیے گئے ہوں، کیونکہ یہ عمل بھی گناہوں سے معافی کا ذریعہ ہے۔

4. یا پھر انکے گناہ رسولِ اکرم ﷺ کی اُس شفاعت و سفارش کی بدولت ختم کر دیے جائیں گے جو انہیں کل قیامت کے دن حاصل ہو گی، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق آپکی سفارش اُمت کے اُن لوگوں کو حاصل ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے، یعنی صرف موحدین ہی کو حاصل ہو گی، تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس اُمت میں صحابہ سے بڑھکر موحدین کی جماعت کون سی ہے اور صحابہ سے بڑھ کر آپکی سفارش کا حقدار اور کون ہو گا؟؟؟ صحابہ کرام سب سے بڑھکر رسول ﷺ کی سفارش کا حق رکھتے ہیں۔
5. یا پھر اُن کے گناہوں کو اُن پُر کٹھن اور تکلیف سے بھری آزمائشوں کے بدلہ میں معاف کر دیا جائیگا جو انہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دین اور عقیدہ توحید کی خاطر پہنچیں۔ کیونکہ شریعت کی رو سے آزمائش گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

- اب ان پانچوں امور کو اپنے سامنے رکھیں اور صحابہ کی سیرت کا مطالعہ کریں آپ کو صراحت کے ساتھ سمجھ آ جائیگا کہ جو صحابہ سے گناہ سرزد ہوئے وہ ان پانچ امور سے ختم ہو جاتے ہیں۔
- لہٰذا صحابہ کرام سے سرزد ہونے والی خطاؤں کو بنیاد بنا کر بھی اُن پر کسی بھی قسم کے اعتراض و طعن کا جواز نہیں نکلتا، کیونکہ صحابی سے سرزد ہونے والی خطائیں جب خطاء ہی نہ رہیں (جیسا کہ مذکورہ پانچ امور سے واضح ہو چکا) تو اس بنیاد پر اُن پر ہر قسم کے اعتراضات محض لغو اور بے جا تنقید ہی شمار کیے جائیں گے۔

5 صحابہ کرام کے خلاف ہر طرح کی بدکلامی و بے ادبی سے کلّی اجتناب کرنا اگرچہ وہ اشارہ و کنایہ سے ہی کیوں نہ ہو!

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پیچھے بیان کی گئیں تمام باتوں کو جاننے اور سمجھنے کے

بعد کوئی بھی سلیم الفطرت اور عقل مند مسلمان بلکہ کوئی بھی انسان اصحابِ محمدؐ کے بارے میں بد کلامی نہیں کر سکتا، لیکن اس سب کے باوجود خاص طور پر بھی ربِّ کائنات اللہ عزّ و جل اور سرورِ کائنات محمدؐ رّسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے خلاف صراحۃً تو دور اشارۃً بھی کسی بھی طرح کی بد کلامی و بے ادبی سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور جو اہلِ ایمان ہے وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس حکم کی پاسداری کرتا ہے۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ و شتم اور قرآن کریم!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں تین طرح کی آیات نظر آتی ہیں:

1- وہ جن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت، اُن کا مقام و مرتبہ اور اُن کی صفاتِ حمیدہ بیان فرمائی ہیں۔ جیسے سورۃ البقرۃ:143- سورۃ النور:117- سورۃ الحشر: 8،9،10- سورۃ الانفال:74- سورۃ آل عمران:110 وغیرہا۔

2- وہ جن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی مغفرت اور رضامندی کا اعلان فرمایا اور اُنہیں جنّت کی خوشخبری سنائی ہے ، جیسے سورۃ البقرۃ:100- سورۃ الفتح:18 - سورۃ الفتح:29- سورۃ النساء:95- سورۃ الحدید:10 وغیرہا۔

3- اور تیسری سورۃ الفتح کی آیت: 29 جس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفاتِ حمیدہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:{لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ} (تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ) ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ذریعہ کافروں کو غصہ دلائے)۔

یعنی محمدؐ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کفار ہی غیظ و غضب کھاتے ہیں، اس آیت کی روشنی میں اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض کو کفر شمار کیا ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جس کے دل میں کسی ایک صحابی کے خلاف بھی غیظ و غضب ہے وہ اس

آیت کا مصداق ہے، اور امام قرطبی و دیگر اہلِ علم رحمۃ اللہ علیہم نے اُنکی اس بات کی موافقت کی ہے [1]۔
اور امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روافض کے کافر ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کو دیکھ کر روافض غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جسے صحابی کی شخصیت غیظ میں مبتلا کرے وہ اس آیت کی روشنی میں کافر ہے، اہل علم کی ایک جماعت نے امام مالک کی موافقت کی ہے [2]۔
اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم در حقیقت اُسی کا حکم ہے، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کوئی حکم ارشاد نہیں فرماتے جیساکہ سورۃ النجم آیت:3 اور 4 میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور سورۃ النساء آیت:80 میں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، لہٰذا اہم مسئلہ مذکورہ پر اختصاراً احادیث ذکر کرتے ہیں پھر قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور مندرجہ ذیل احادیث کا خلاصہ بیان کریں گے۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ و شتم اور فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

اور جہاں تک اس حوالہ سے رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
❶ إذا ذُكِرَ أصْحابِيْ فَأمْسِكُوْا [3] ۔ کہ جب بھی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو تو (اُن کے خلاف کسی بھی طرح کی بات کرنے سے) بہر صورت رُک جاؤ۔
مذکورہ روایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایک مستقل قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے جسکے مطابق:

---

[1] تفسیر قرطبی 297/16
[2] تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (7/ 362)
[3] رواه الطبراني في المعجم الكبير 198/10 ح: 10448،وصححه الالباني في الصحيحة رقم الحديث: 34-

1۔ صحابہ کرام کے خلاف امّت کے کسی بھی فرد کو (گرچہ وہ کوئی بھی حیثیت یا مقام رکھتا ہو) کسی بھی صورت میں یہ اجازت نہیں کہ وہ صحابہ کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات کرے جو بے ادبی یا گستاخی کے زمرہ میں آتی ہو، کیونکہ:

الف) مذکورہ روایت میں حرف "اذا" عموم پر دلالت کرتا ہے، جس کا معنی ہے "جب بھی" یعنی کوئی وقت اور صورت اس سے مستثنیٰ نہیں، لہٰذا جب بھی صحابہ کا ذکر ہو "وہ کسی بھی مسئلہ سے متعلّق ہو" اُس میں اپنی زبانوں کو ہر طرح کی تنقید سے پاک رکھنا چاہیے۔

ب) روایت میں مذکور کلمہ " فامْسِكُوْا "امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے، یعنی یہ رسولِ اکرم ﷺ کا حکم ہے جس پر عمل واجب ہے، اور یہ جمع کا صیغہ ہے جس میں سب شامل ہیں، یعنی امّت کے ہر فرد کو یہ حکم ہے، اور کوئی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

ج) یہاں مطلقاً " امساک " یعنی بہر صورت خاموش رہنے کا حکم ہے جس کا مطلب ہے کہ وجہ کوئی ہی کیوں نہ ہو " صحابہ کے خلاف کچھ بھی کہنے سے خاموش رہنا ہے " اس طرح وہ لوگ جو صحابہ کو اس امّت کے دیگر افراد کی جگہ رکھ کر اُن کے بارے میں اپنی ذاتی رائے دیتے ہیں اور بالخصوص سیاسی معاملات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے اختلافات میں اُنہیں تنقید کا نشانہ بناتے ہیں وہ رسولِ اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بغاوت کی مرتکب ہوتے ہیں، لہٰذا اُن تمام لوگوں کی آراء اس باب میں باطل ہیں اور امّت کو ہر اُس فرد سے خبردار رہنا چاہیے جو رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کسی بھی حوالہ سے تنقید کرتا ہے،

2– جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت میں کسی بھی قسم کا تبصرہ تک حرام ہے تو اصحابِ محمدؐ کے خلاف بدکلامی کرنا، سبّ وشتم کرنا یا تبرّاء کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ انتہائی بدبخت ہے وہ شخص جو اصحابِ محمدؐ کے خلاف بات کرتا ہے،

3۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدالت ودیانت کے تمام ضابطوں پر پورا اُترتے ہیں (کیونکہ

آپ ﷺ کا انکے خلاف کسی بھی طرح کی بات سے منع کرنا اس بات کی دلیل ہے) لہٰذا وہ ہر طرح کی جرح و تحقیق سے مستثنیٰ ہیں، اور یہی اہل السنہ والجماعہ اہلِ حق کا عقیدہ ہے،

4- وہ مسائل جن میں صحابہ کے مابین اختلاف ہوا ہو، وہ گرچہ کسی بھی نوعیت کے ہوں، اُن کو بنیاد بنا کر بعد میں آنے والے اُمّت کے کسی بھی فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ طرفین میں سے کسی بھی صحابی پر کسی بھی طرح کی تنقید کرے، البتہ اگر اُس مختلف فیہ مسئلہ کا تعلق شریعت کے عملی احکامات سے ہو تو اُس میں دلیل کے مطابق راجح رائے کو عملاً اختیار کیا جائیگا اور مرجوح رائے کو بغیر اُس کے قائلین پر تنقید کیے ترک کر دیا جائیگا۔

2 اسی طرح آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

"میرے صحابہ پر سبّ و شتم مت کرو، انہیں برا مت کہو، (اور جان لو کہ) اگر تم میں سے کوئی بھی (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) اُحد (جیسے بڑے پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو (اسکے مقابلہ میں) میرے ادنیٰ سے صحابہ کے خرچ کیے ہوئے آدھا کلو بلکہ ایک پاؤ (گندم) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا"۔ [1]

3 اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض در حقیقت رسولِ اکرم ﷺ سے بغض ہے!

رسولِ اکرم ﷺ کا ایک اور اہم فرمان ہے:

الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضًا بعدي ، فمن أحبهم فبحبي أحبهم و من أبغضهم فببغضي أبغضهم ، و من آذاهم فقد آذاني و من آذاني فقد آذى الله ، و من آذى الله فقد أوشك أن يأخذه ".

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اللہ تعالیٰ کا دو مرتبہ واسطہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے بعد انہیں اپنے (طعنوں و تشنیع کا) ہدف مت بناؤ، پس (یاد رکھو کہ) جس نے اُن سے محبّت کی تو میری محبّت کی وجہ

---

[1] صحيح البخاری 3/1343 ح: 3470، صحيح مسلم 4/1967 ح:2540

سے اُن سے محبّت کی اور جس نے اُن سے کسی بھی قسم کا بغض رکھا تو اُس نے در حقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا، اور جس نے اُنہیں کسی بھی قسم کی تکلیف دی اُس نے (صرف اُنہیں ہی نہیں بلکہ) مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی وہ بہت جلد اُس کی پکڑ فرمائے گا[1]۔

- رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان انتہائی قابلِ غور ہے، اس لیے اسے بار بار پڑھنا اور اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ جو سمجھنا چاہے اُس کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ: اس حدیث میں خاص اُن لوگوں کے لیے نصیحت ہے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا ہدفِ تنقید اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہوا ہے، جو اہلِ بیت کی محبّت کا نعرہ لگا کر یا کسی بھی وجہ سے اصحابِ محمدؐ پر تبرّاء والزام تراشی کرتے ہیں اور اپنی زبانوں کو بے لگام کرتے ہیں۔
- اور رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان "اللہ اللہ " یہ تنبیہ اور ڈرانے کے لیے ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ " آگ آگ " تو اس کا مطلب ہو گا کہ آگ سے ڈرو اور دور رہو، تو یہاں بھی یہی مراد ہے کہ " اللہ سے ڈرو " اور ایسا نہ کرو۔
- اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ " میرے بعد میرے صحابہ کو اپنا ہدفِ تنقید مت بنانا " اس سے مراد یہ ہے کہ دیکھو اُن کو برا مت کہنا اور اُن پر ہرگز سبّ و شتم نہ کرنا۔
- اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ " جس نے اُن سے محبّت کی تو میری محبّت کی وجہ سے اُن سے محبّت کی اور جس نے اُن سے کسی بھی قسم کا بغض رکھا تو اُس نے در حقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا " یہ واضح دلیل ہے کہ صحابہ سے محبّت کرنے والا

---

[1] روہ احمد رقم:16849 و البخاری فی التاریخ الکبیر 5/131 و والترمذی 5/696 ح:3862 و ابو نعیم فی الحلیة 287/8 و البیهقی فی شعب الایمان 191/2 ح:1511 و ابن حبّان 16/244،ح:7256 و الدیلمی 1/146،ح:525-

درحقیقت رسولِ اکرم ﷺ سے محبّت کرتا ہے اور صحابہ سے بغض رکھنے والا درحقیقت محمّد رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھتا ہے۔

4 اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ہر اُس بدبخت پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بدکلامی کرتا ہے:

من سبّ أصحابی فعلیه لعنة الله والملائكة والنّاس أجمعین۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور کائنات کے تمام لوگوں کی لعنت ہو [1]۔

5 صحابہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ افراد ہیں اُن پر طعن اللہ کے انتخاب پر طعن ہے:

ایک اور مقام پر کچھ اس طرح فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا، فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلا عَدْلا ".

کہ اللہ تعالیٰ نے (نبوّت کے لیے) میرا انتخاب فرمایا اور میرے لیے ساتھیوں (صحابہ) کا انتخاب فرمایا، پس اُن (صحابہ) میں سے کچھ کو میرا وزیر بنایا، کچھ کو مددگار، اور کچھ کو میرا سُسر وداماد بنایا، (اور پھر فرمایا کہ) جو اُنہیں (صحابہ کو) بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور کائنات کے تمام لوگوں کی لعنت ہو، کل روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُس کا کوئی فرضی یا نفلی عمل قبول نہیں فرمائے گا۔ [2]

---

[1] رواه الطّبرانی والحدیث حسن.

[2] أخرجه الطبراني فی المعجم الأوسط و الكبير والحاكم في المستدرك: 632/3 وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وأقره الذهبي ، والآجري فی الشريعة:1973،1972 وأبو نعيم فی حلية الأولياء:1401،1400وفی معرفة الصحابة وكذا رواه الحميدی فی مسنده،وابن أبي عاصم فی الآحاد والمثاني وغيرهم .

❁ یہ روایت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب اللہ ربّ العالمین نے فرمایا ہے، اور جو صحابہ پر طعن کرتا ہے وہ معاذ اللہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر طعن کرتا ہے۔

❁ اسی طرح اس روایت کی روشنی میں وہ تمام لوگ جو اصحابِ محمدّ پر تبرّاء اور طعن و تشنیع کرتے ہیں ملعون ہیں اور ہر قسم کی خیر و بھلائی اور انسانی ہمدردی سے محروم و مستثنیٰ ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ، اسکے فرشتے اور تمام لوگ لعنت کریں وہ اس لائق ہے کہ اسکی اس قبیح حرکت پر سخت سے سخت گرفت کی جائے اور اُس کا معاشرہ میں بائیکاٹ کیا جائے، اور اربابِ اختیار پر یہ لازم ہے کہ اسے قرار واقعی سزا دی جائے اور اُسکے معاملہ میں کسی بھی قسم کی کوئی نرمی مت برتی جائے۔

✩ آیات قرآنیہ اور فرامین رسول ﷺ کا خلاصہ!

مذکورہ تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے قرآن کریم میں مذکور تینوں اقسام کی آیات اور بیان کی گئی احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ:

❁ رب تعالیٰ نے اصحابِ محمدّ سے دنیا ہی میں اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسے لوگوں سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادے جو معاذ اللہ منافق ہوں یا مرتد ہو گئے ہوں یا ظالم و غاصب ہوں یا کسی بھی طرح کی زیادتی کرنے والے ہوں، اور پھر یہی نہیں بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت بھی دی ہے، اور تا قیامت اُن کا ذکرِ خیر اپنی کتابِ ہدایت قرآن کریم کے ذریعہ جاری فرمادیا۔

سو ہر مسلمان جو قرآن کریم اور رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اُس پر یہ واجب ہے کہ:

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبیّنہ فضیلت، اُنکے شرف و عالی مرتبت ہونے کو تسلیم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے اُنکی فضیلت و تزکیہ بیان فرمایا ہے۔

❁ اصحابِ محمدؐ سے محبّت رکھے اور اُن سے بغض وعداوت کو ایمان کے منافی سمجھے کیونکہ اللہ اوراُس کے رسول ﷺ اُن سے محبّت فرماتے ہیں اور جن سے اللہ اوراس کے رسول ﷺ محبّت کریں اُن سے بغض رکھنا ایمان کے منافی، کفر، نفاق اور دنیاوآخرت میں ذلّت ورسوائی کا سبب ہے۔

❁ ہر اُس شخص سے محبّت کرے جو صحابہ سے محبّت کرتا ہے اور ہر اُس شخص سے بغض وعداوت رکھے جو صحابہ سے کسی بھی قسم کا بغض رکھتاہے، کیونکہ یہ عقیدہ کے اہم ترین جزء الولاء والبراء " اللہ ہی کے لیے محبّت اور اُسی کے لیے عداوت "کا تقاضہ ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کے بیان کیے گئے فرامین کے مطابق صحابہ سے بغض درحقیقت نبی مکرّم ﷺ سے بغض ہے اسی لیے نبی مکرّم ﷺ سے بغض رکھنے والے سے جیسے بغض وعداوت رکھناواجب ہے بعینہ صحابہ سے بغض رکھنے والوں سے بھی عداوت و نفرت رکھناواجب ہے۔

❁ اصحابِ محمدؐ کے خلاف کسی بھی طرح کی بدکلامی کو حرام سمجھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے منتخب وراضی شدہ بندوں کے خلاف ہر طرح کی بدکلامی حرام ہے خاص کر جب اس قبیح عمل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے صراحۃ منع بھی فرمادیاہو۔

❁ جو بھی اصحابِ محمدؐ کے خلاف کسی بھی طرح کی بدکلامی کرے وہ اللہ تعالیٰ، اُسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہے جیساکہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ذکر کیا گیا، لہٰذا جو بھی ایسی رذیل حرکت کاارتکاب کرے اُس سے ہر طرح کے تعلق کو ختم کیا جائے اُس کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور اُسکے ساتھ، رشتہ داری قائم کرنا، معاملات کرنا، اُسکا ذبیحہ کھاناحتی کہ اُسکے لیے اپنے دل میں رحم دلی تک رکھناسب رسولِ اکرم ﷺ کے مذکورہ فرامین کی روشنی میں ناجائز ہے۔

❁ ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عملی طورپر ہر وہ سبب اور ذریعہ اختیار کرے جس

سے اُسکے دل میں اصحابِ محمدؐ کی محبّت و احترام پیدا ہو اور قائم رہے ،اُنکی سیرت کا مطالعہ کرے ، اُنکے ذکرِ خیر پر مشتمل محافل و مجالس منعقد کرے ،اور اُن محفلوں میں اپنے اہل وعیال سمیت شریک ہو ،اور عملی طور پر گفتار و کردار کے لحاظ سے اُنکے نقشِ قدم پر زندگی گذارنے کی کوشش کرے ،اسکے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی تربیت اُنکی سیرت و کردار پر کرے ، اور صحابہ کرام کی زبانی و عملی محبّت کا زبان و قلم کے ذریعہ بھرپور پرچار کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان شاء اللہ اگلہ حصہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کا حکم "اقوال وفتاویٰ ائمہ واہلِ علم" کی روشنی میں ذکر کریں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين

تعظیم حرمات اللہ

شراب کی شرعی سزا شبہات اور جوابات

فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ [1]

الحمد لله رب اللعالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان إلا على الظالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه وأهل طاعتهأجمعين -أما بعد :

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم من همزهونفخه ونفثه - بسم الله الرحمٰن الرحيم .

قال الله تبارك وتعالىٰ : {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ [2]

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔

سب سے پہلے میں **مرکز المدینة العلمي لخدمةالکتاب والسنة** کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اتنے وقیع الشان عظیم القدر پروگرام کا انعقاد کیا، اللہ رب العزت ان کی جہود و مساعی کو قبول فرمائے اور آئندہ کے جو پروگرام ہیں ان میں استقامت اور کامیابیاں نصیب فرمائے۔ یہ پروگرام جس کا تعلق خدمتِ خلق سے اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل سے منسلک ہے اللہ تعالیٰ ان کی تمام جہود کو قبول کرے اور انہیں اخلاص پر قائم کردے آمین۔

میرا یہ ایمان ہے کہ ایک صالح معاشرہ اس وقت تک تشکیل نہیں پاسکتا جب تک اس معاشرے میں اللہ رب العزت کی جانب سے متعین کردہ شرعی حدود کی تنفیذ نہ ہو۔ اسلامی معاشرے کی پاکیزگی، اس کی تطہیر اور صالحیت حدود اللہ کی تنفیذ سے منسلک ہے۔ جو بھی چیزیں معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتی ہیں ان میں بنیادی طور پر عدمِ تحفظ کو مرکزیت حاصل ہے۔ اگر کسی انسان کی جان، مال، عزت اور عقل محفوظ نہ رہے تو یہ چیزیں معاشرتی ناہمواری اور بگاڑ کی اساس بن جاتی ہیں۔ ان تمام چیزوں کی اصلاح کی ضمانت شریعت نے دی ہے۔ اور شریعت کے بھی نظامِ حدود میں۔

---

[1] فاضل جامعہ امام محمد بن سعود ریاض، جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز عالم دین، شیخ الحدیث، المشرف العام المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر

[2] [المائدۃ: 90]

اگر قصاص اور اس کے بالتبع دیت کا نظام قائم ہو تو اس میں معاشرے میں بسنے والے فرد کی جان کا تحفظ ہے {وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ}۔[1]

ترجمہ: " عقلمندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس کے باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے"۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے قصاص کو حیات یعنی زندگی قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر شریعت کے چور کا ہاتھ کاٹنے کے قانون کو عملا نافذ کر دیا جائے تو اس میں مال کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اس طرح کی چند سزائیں اگر سر عام نافذ ہو جاتی ہیں تو یہاں مالی اور جانی تحفظ کی قوی ضمانت موجود ہے۔ اس کے ساتھ اگر شریعت کا نظامِ رجم، کوڑے اور تغریب ہے یہ نافذ ہو جائے تو یہ عزت کی حفاظت کی بہت بڑی اساس ہے۔

اگر دو چار افراد کو سر عام رجم کر دیا جائے تو پورا معاشرہ اس قصے کو دیکھ کر اپنے تئیں ایک خوف محسوس کر کے اس معصیت سے باز آسکتا ہے۔ اسی طرح اگر شریعت کی شراب نوشی کرنے والے کیلئے کوڑوں کی سزا صحیح معنوں میں نافذ ہو جائے تو یہ عقل کی پاکیزگی اور اس کی طہارت و تزکیہ کی بڑی اساس ہے۔ اور درحقیقت اس کا نفاذ اس معاشرے میں عقلی بہتری اور صالحیت کی ضمانت بہم پہنچا سکتا ہے۔

شرابی کی سزا شرعی حد ہے یا تعزیر؟

شرعی دلائل کی رو سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شرابی کی شریعت میں مذکورہ سزا (یعنی اس کی پشت پر کوڑے مارنا) شرعی حد ہے نہ کہ تعزیر۔ اس کو تعزیر قرار دے کر معاملے کو بہت ہی ہلکا کرنے اور شراب نوشوں کیلئے راستے ہموار کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔

اس تمام سازش میں پیش پیش ہمارے ملک کے ایک صاحب ہیں جنہیں جاوید احمد غامدی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ تحریریں اس امر کی عکاس ہیں کہ شرابی کو لگائی جانے والی کوڑوں کی سزا تعزیر ہے حد نہیں! میرے نزدیک یہ سب عدمِ فہم کا نتیجہ ہے۔ اور چونکہ شرعی حدود ہمارے معاشرے کی کامیابی اور صالحیت کی بنیاد ہیں اس لئے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ اصلاح پر قائم نہ ہو بلکہ اس

---

[1] [البقرة: 179]

میں ہمیشہ اختلال، بگاڑ اور فساد بپا رہے۔ اس بگاڑ کو رواج دینے کے لئے کچھ لوگ جو خود کو ایک داعی کے روپ میں متعارف کراتے ہیں فاسد لوگ انہیں اپنا آلہ کار بنا کر ایسے ایسے فتاویٰ اور باتیں اگلوا لیتے ہیں جو معاشرے کی اصلاح میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ نظامِ حدود کوئی ظلم نہیں، یہ بعض افراد کیلئے تو ضرور مستوجب سزا ہے مگر پورے معاشرے کیلئے عین عدل اور رحمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر لوگوں کے مال محفوظ نہیں اور اس صورت حال کے پیش نظر ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو یہ یقیناً اس کیلئے سزا ہے مگر اس سزا کا فائدہ یہ ہے کہ چور اس اقدام سے باز آجائیں گے اور اس حد کا نفاذ لوگوں کے مال کی حفاظت کا سبب بن جائے گا۔

یوں تو شریعت محض یہ نہیں کہتی کہ لازماً حدود کی تنفیذ ہی معاشرے کی صالحیت کا سبب ہے۔ بلکہ شریعت نے اس سے قبل تقویٰ، تعلق باللہ، انابت الی اللہ، اور قوی عقیدہ وایمان کا درس دیا ہے۔ اور اگر یہ جذبہ انسان میں موجود ہو تو بھی معاشرے کی بہتری ہو سکتی ہے اس کے بعد ان حدود کی تنفیذ کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ اگر ہر فرد اللہ تعالیٰ کے خوف میں اپنی زندگی بسر کرے تو اس قسم کے امور کے ارتکاب کا موقع ہی نہیں ملتا اور یوں معاشرہ صالحیت اور بہتری پر استوار ہو جاتا ہے۔ یہ تربیت صحابہ کرام میں موجود تھی رسول اللہ ﷺ چونکہ اس امت کے اول مربی ہیں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت انہی خطوط یعنی ٹھوس عقیدے، مستحکم فکر اور تقویٰ پر کی تھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کنت ساقي القوم ''ابوطلحہ کی بیٹھک میں، میں قوم کا ساقی تھا وہاں شراب کا دور چل رہا تھا مختلف قسم کی شراب کے مٹکے وہاں رکھے تھے، جو بھی مہمان اور سردار وہاں آتا میں اسے جام بھر بھر کر پلاتا۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ باہر سے ایک ندا سنی گئی، ابوطلحہ نے کہا کہ: "انس باہر دیکھو کس چیز کی ندا ہے"، بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کے نمائندے بھی اس طرح کی ندا دیا کرتے تھے۔ انس فرماتے ہیں میں بیٹھک سے باہر نکلا تو دیکھا باہر رسول اللہ ﷺ کا منادی ندا لگا رہا ہے کہ: "أیھاا الناس ألا إن الخمر قد حرّمت"لوگو شراب حرام کردی گئی ہے۔ انس بن مالک نے رضی اللہ عنہ واپس آکر سارا ماجرا حاضرین کو سنایا۔ صحابہ کی تربیت، ان کا تقویٰ ان کا تعلق باللہ، انابت الی اللہ اور پیغمبر ﷺ کی اتباع کا معاملہ اتنا واضح اور شفاف تھا انہوں نے وہیں اس شراب کو انڈیل دیا

، مٹکوں کو توڑ دیا، ہاتھ میں جو جام تھے وہ پھینک دیئے حتی کہ منہ میں جو شراب کا گھونٹ تھا اس کی کلی کر دی۔ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب ایسے جاری تھی کہ لگتا تھا سیلاب آگیا ہو۔ تمام کے تمام صحابہ اس موذی اور ام الخبائث کو اپنے گھروں سے نکال چکے تھے۔ یوں چند ہی لمحوں میں معاشرے کی تطہیر ہو گئی، یہ ہے وہ معاشرہ جس کی اساس تقویٰ اور انابت ہے۔

تاہم جہاں پر چند سر پھرے لوگ ہوں ، بغاوت ، فساد اور بگاڑ ان کی طبیعت میں رچ بس چکا ہو ان کی اصلاح کیلئے شریعت کا نظامِ حدود ہے۔ اگر یہ قائم ہو جائے تو معاشرہ پاکیزہ اور صاف وشفاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت شراب کی سزا کے شرعی حد ہونے کا انکار کیا جاتا ہے اور اس کو تعزیر کے طور پر پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

شراب کو شرعی حد یا تعزیر قرار دینے سے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں؟ تعزیر اور حد میں کیا فرق ہے۔ اور ان دونوں کے تقاضے کیا ہیں؟ اس سب کی تفصیل آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ۔

البتہ اس مسئلہ میں اہل علم کے ہاں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ: بحث و تحقیق کے بعد اس مسئلہ میں تین مذاہب نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں:

شرابی کی سزا سے متعلق اہل علم کے تین مذاہب:

1. شرابی کی کوڑوں کی سزا تعزیر ہے۔ یہ چند علماء کی رائے ہے جو کتب میں مذکور ہے۔
2. شرابی کی کوڑوں کی سزا شرعی حد ہے۔ امت مسلمہ کا بیشتر طبقہ اور فقہاء اور ائمہ و محدثین اسی قول پر قائم ہیں۔
3. تیسرا مذہب ان علماء کا ہے جو کہتے ہیں کہ کوڑوں کی سزا شرابی کیلئے یہ ایک شرعی حد ہے چنانچہ ان کی تعداد چالیس ہے ۔ جبکہ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ یہ شرعی حد ہے اور اس کی تعداد اسّی کوڑے ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے اور یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اختیار ہے۔ چالیس کوڑے شرعی حد ہے جو کہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔

شرابی کی سزا کو تعزیر قرار دینے والوں کے دلائل:

جو لوگ شرابی کی سزا کو تعزیر قرار دیتے ہیں وہ بعض احادیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ احادیث کئی قسم کی ہیں۔ کچھ احادیث تو وہ ہیں جن میں آپ ﷺ کے سامنے شرابی پیش کئے گئے اور آپ نے ان کو کوئی سزا نہ دی۔ مگر کچھ احادیث وہ ہیں جن میں سزا کا تو ذکر ہے مگر اس میں سزا کی تعیین نہیں ہے۔
صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ: **"ضرب رسول اللہ ﷺ فی الخمر بالجرید والنعال"**۔ نبی ﷺ نے شرابی کو سزا اس طرح دی کہ اسے لکڑیوں، لاٹھیوں اور جوتوں سے مارا گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مارو چنانچہ صحابہ نے کچھ جوتے اور کچھ لاٹھیاں اس پر برسائیں پھر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے کچھ دیر کے بعد ان کو **"أمسک"** کا حکم دیا کہ اب رک جاؤ کافی ہو گیا ہے۔
ایک اور حدیث صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث سے منقول ہے: جس میں نعیمان یا ابن نعیمان (راوی کو شک ہے) کا کیس پیش ہوا۔ وہ سکران تھا، اب ظاہر ہے کہ نشے کی حالت میں ہونا خود ایک دلیل اور قرینہ ظاہرہ ہے کہ اس شخص نے نشہ کیا ہے۔ اس کو جب نبی ﷺ کے پاس پیش کیا گیا تو راوی فرماتے ہیں: **"فشق ذلک علی النبی ﷺ"**۔ نبی ﷺ پر یہ بات بہت شاق اور ناگوار گذری کہ اس نے شراب پی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے پاس جو ساتھی موجود تھے انہیں حکم دیا کہ اسے مارو چنانچہ لوگوں نے اسے لاٹھیوں اور جوتوں سے مارا۔ اس حدیث کے راوی عقبہ بن حارث ہیں فرماتے ہیں، مارنے والوں میں، میں بھی شامل تھا۔ مذکورہ بالا احادیث میں صرف سزا کا ذکر ہے مگر سزا کی تحدید کا ذکر نہیں ہے۔
سنن کبریٰ بیہقی میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ: ایک شرابی کو پکڑا گیا اور صحابہ نے اسے نبی ﷺ کے سامنے پیش کرنے کی سعی کی کہ اس نے شراب پی ہے۔ وہ ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ عبد اللہ فرماتے ہیں جب عباس کا گھر آیا تو اسے نبی ﷺ کے چچا عباس نظر آئے انہیں دیکھتے ہی شرابی ان کی طرف بھاگا اور جا کر ان کے ساتھ چمٹ گیا اور منت سماجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ: مجھے بچا لیجئے، مجھے بچا لیجئے۔ عباس نبی ﷺ کے پاس گئے اور پورا ماجرا کہہ سنایا اس پر نبی ﷺ مسکرا

دئے اور اس شرابی کو کوئی سزا نہ دی۔
اس طرح کے دلائل سے یہ لوگ استدلال کر کے کہتے ہیں آپ ﷺ نے بعض شرابیوں کو سزا دی ہی نہیں، اور بعض کو دی ہے مگر اس کا تعین نہیں کیا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کو سزا دی جائے تو تعزیرا دی جائے گی نہ کہ حداً۔ کیونکہ یہ شرعی حد نہیں ہے۔
جیسا کہ چور کی سزا ہاتھ کاٹنا، غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے شادی شدہ کی سزا رجم اور تہمت کی سزا اسی کوڑے ہیں یہ تمام سزائیں متعین ہیں۔ جبکہ شراب کا معاملہ ایسا نہیں۔

مذکورہ دلائل کا جواب:

در حقیقت معاملہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے گہرائی سے ان شرعی نصوص کو دیکھا ہی نہیں ہے۔
صحیح بخاری کی ایک روایت کو لیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ :" **ضرب رسول اللہ ﷺ فی الخمر بالجرید والنعال** " ۔ کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے شرابی کو جوتوں اور لکڑیوں سے مارنے کا حکم دیا۔
یہ بات درست ہے یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔ لیکن اس روایت کی تفسیر دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ یعنی ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو پورا واقعہ ہے یہ تمام کا تمام واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے اور صحیح بخاری کی حدیث اس واقعے کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح کی بیشتر اور مثالیں بھی موجود ہیں مگر بحثیت طوالت انہیں بیان کرنا ممکن نہیں۔
یعنی بیشتر بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث صحیح بخاری میں ہو اور اس میں بیان کردہ مسئلہ کی جو تفصیلات اور تفریعات ہیں اس کا ایک واقعہ دیگر کتب حدیث میں ذکر ہو۔ محدثین بیان کرتے ہیں یہ اس واقعہ کا اصل ہے۔ اور وہ تفصیلی واقعہ بھی علماء بیان کرکے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :" **رواہ فلان ، أخرجه البیهقي وأصله فی صحیح البخاری**" یعنی اس واقعہ کا اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔
اس طرح اس واقعہ کا بھی اصل صحیح بخاری میں ہے اور اس کی تفصیلات اور تفریعات دیگر کتب میں موجود ہیں اور صحتِ سند سے ثابت ہیں وہ بھی اسی طرح محکم اور مضبوط ہیں جس طرح کا اصل واقعہ ہے۔ پورا واقعہ بعض اوقات امام بخاری رحمہ اللہ اس لئے ذکر نہیں کرتے کہ حدیث سنداً صحیح ہوتی ہے لیکن شرطِ بخاری سے قاصر ہوتی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ شرطِ بخاری ایک منفرد مسئلہ ہے کہ امام بخاری کی تصحیح

الحدیث، اور الحکم علی الحدیث میں شرائط بقیہ محدثین کی شرائط سے زیادہ اقویٰ اور زیادہ اضبط ہیں۔
یہی مذکورہ بالا واقعہ امام بیہقی اپنی کتاب ''الخلافیات'' میں اپنے شیخ سے حدیث لائے ہیں جن کا نام محمد بن جعفر ہے اور وہ روایت کرتے ہیں آدم بن ابی ایاس سے اور آدم بن ابی ایاس شیخ البخاری ہیں۔
اب غور کیجئے کہ کس طرح یہ دونوں اصل ایک ساتھ مل گئے۔ امام بخاری نے بھی اس واقعہ کو اپنے شیخ آدم بن ابی ایاس سے روایت کیا ہے۔ اور یہ تفصیلی واقعہ ''خلافیاتِ بیہقی'' میں امام بخاری کے اسی شیخ کے طریق سے مروی ہے۔ تفصیل قصہ یہ ہے کہ: ایک شرابی کو پکڑا گیا اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا نبی ﷺ نے حکم دیا کہ: ''أمر أن یضرب بجریدتین أربعین أربعین'' ۔ یہاں أربعین یعنی چالیس کے لفظ کا ذکر ہے۔ نیز یہاں نکتہ یہ ہے کہ اس لکڑی کی دو شاخیں تھیں اگر اس کو جسم پر ایک بار برسایا جائے تو ضرب دو بار لگتی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس دو شاخہ لکڑی سے اس پر چالیس ضربیں لگاؤ۔ اب یہاں چالیس کا لفظ نصاً ثابت ہے۔ اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کا اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اب جب چالیس کے عدد کی نص موجود ہے تو پھر عدم تعین کے حوالے سے بات کرنا ایک سطحی علم کا غماز ہے۔
اگر بعینِ العدل سے ایک حدیث کے طرق، اس کی اسانید اور اس کے متون کو امہات الکتب سے نکالا جائے تو یقیناً ایک صحیح مسئلہ سامنے آجائے گا۔ لہذا محض سطحی طور پر ایک اثر کو دیکھ کر حکم لگا دینا یہ جہل کی اساس پر تو ہو سکتا ہے مگر رسوخ فی العلم کی بات بالکل منافی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اب یہاں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے بعض صحابہ کو شراب پینے پر سزا نہیں دی، اور بعض کو دی ہے مگر تعین نہیں ہے۔ اور اس روایت میں تعین کا ذکر ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے اور اس میں جمع کیسے ممکن ہے؟
تو اس کا جواب یہ کہ یہ تینوں نصوص بر محل ہیں اور صحیح ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے ان تینوں مختلف نصوص میں ایک تطبیق دی ہے اور ان کو جمع کرنے کی توجیہ پیش کی ہے وہ یوں ہے کہ:
جس وقت شراب حرام ہوئی اس وقت عرب معاشرہ شراب کا رسیا تھا، گھر گھر شراب کشید ہوتی اور

خواص وعوام اسے پیتے تھے۔ اس لئے قرآن مجید نے آہستہ آہستہ تدریجاً اس سے روکا۔ اللہ رب العزت چونکہ بندوں کی فطرت سے بخوبی واقف ہے۔ اگر یک لخت ان پر اس کی حرمت کا حکم لگا دیا جاتا تو اگرچہ صحابہ کا تقویٰ اور جذبہ اطاعت اس قابل تھا کہ وہ اسے قبول کر لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی تدریجاً اس کو حرام کر کے ان کو ایک سہولت بہم پہنچائی اور قرآن میں شراب کی حرمت کو مرحلہ وار نازل کیا۔ اور بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ اس کو مطلقاً حرام کر دیا گیا۔

اب شراب چونکہ نئی نئی حرام ہوئی تھی تو پہلا کام آپ ﷺ نے یہ کیا کہ اگر کوئی شرابی شراب پیتا پکڑا جاتا تو اس کو آپ نے سزا نہیں دی۔ کیونکہ شراب چونکہ نئی نئی حرام ہوئی تھی اور لوگ کچھ نہ کچھ اس کے عادی ہوں گے، اس لئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک تربیتی عمل کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس سے باز آجائیں گے۔ لہذا پہلا مرحلہ ایسا ہے کہ آپ ﷺ نے چند شرابیوں کو سزا نہیں دی۔ اس کے بعد جب کچھ کیس سامنے آئے تو آپ نے سزا دی مگر اس میں تحدید نہیں رکھی جیسے ابن نعیمان کا قصہ جس میں لکڑیوں اور جوتوں سے مارا گیا مگر ضربوں کی تعداد متعین نہیں رکھی۔ آپ نے دیکھا کہ سزا قائم ہو رہی ہے ردع اور زجر کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور تیسرا مرحلہ جس پر آپ ﷺ کا آخری اور مستقل عمل ہے وہ سزا کی تحدید ہے۔ تو جب ایک نصِ قطعی سے تحدید ثابت ہو گئی تو پھر یہ حد ہو گی نہ کہ تعزیر۔

اعتراض:

یہاں یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین کے دور میں اس کو ۸۰ کیوں کیا گیا؟ اگر یہ شرعی حد ہے تو کیا پھر شرعی حد میں اضافہ کرنا جائز ہے۔؟

جواب: یہ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں یہ چالیس کوڑے ہی رہی مگر پھر اس کو ۸۰ کر دیا گیا۔ اس کے ۸۰ کرنے کی کیا اساس ہے اس میں یہ توجیہ سامنے آتی ہے کہ یہ ایک خلیفہ وقت کا اپنے ساتھی علماء کے ساتھ ایک اجتہاد ہے اور اجتہاد ہو سکتا ہے، اصل میں اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک علاقے کے گورنر تھے انہوں نے قاصد امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اطلاع دی کہ یہاں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں اور وہ اس قدر شراب میں منہمک ہو چکے ہیں کہ باز ہی نہیں آتے، آپ رضی اللہ عنہ نے یوں لکھا

کہ :" انهمكوا فى الخمر وتحاقروا الحد " یہاں حد کے الفاظ انہوں نے استعمال کئے ۔
یعنی وہ لوگ شراب کے اتنے رسیا ہو چکے ہیں کہ چھوڑنے کیلئے تیار ہی نہیں ہم انہیں پکڑتے ہیں، چالیس کوڑے مارتے ہیں وہ پھر جا کر پیتے ہیں، باز نہیں آتے، اور چالیس کوڑے وہ آسانی سے کھالیتے ہیں، تو یہ سزا ان کیلئے کم ہو چکی ہے۔ اس کو وہ حقیر اور کم تر سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا کیا علاج کیا جائے ؟۔ اس وقت امیر المؤمنین کے پاس چند صحابہ تشریف فرما تھے۔ علی بن ابی طالب۔ عثمان بن عفان، طارق بن شہاب، عبد الرحمن بن عوف ودیگر صحابہ موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ ان پر پیش کیا کہ ایسے لوگوں کو باز رکھنے کیلئے کوئی اجتہاد کیا جائے ورنہ یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ یہ لوگ مزید پکے ہو جائیں گے، چالیس کوڑے کھالیں گے اور بار بار شراب پئیں گے۔ ایسے لوگوں کیلئے سزا میں اضافے کا سوچا جائے تو صحابہ نے اجتہاد کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اجتہاد کی اساس نص بھی ہو سکتی ہے گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جس لکڑی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو مارنے کا کہا تھا وہ دوشاخہ تھی اس سے ۴۰ ضربیں لگانے کا آپ نے حکم دیا تھا۔ جس سے ضرب دوبار لگتی تھی۔ اور جسم میں مس دوجگہوں پر ہوتا تھا تو ممکن ہے اس نص کے ذریعے کچھ صحابہ نے اجتہاد کیا ہو کہ ۸۰ کی سزا ممکن ہے، اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ جیسا کہ عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ شرابی جب شراب پئے گا تو ہذیان بکے گا اور اگر ہذیان بکے گا، تو وہ کسی پر تہمت بھی لگا سکتا ہے اور تہمت کی سزا ۸۰ کوڑے ہے۔ تو شراب نوشی اور تہمت میں بڑا معمولی سا فاصلہ ہے۔
تو جو لوگ باز نہیں آتے ان کا انہماک بڑھتا چلا جاتا ہے ان کیلئے اجتہاد سے سزا میں اضافہ کیا گیا ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرابی کیلئے شرعی حد ہے، مسنون عدد چالیس ہے مگر ایک شخص اگر باز نہیں آتا تو خلفاء راشدین کا عمل ان کیلئے بطور دلیل موجود ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مزید سزا دی جائے تو اس کا عدد ۸۰ ہے۔ اور بعض نصوص سے بھی اجتہاد کی خوشبو آتی ہے۔ اور ان ہی سے یہ ماخوذ ہو سکتا ہے۔ اور اس اجتہاد کی بنیاد شرعی ادلہ ہیں۔ بہر کیف یہ ایک حد ہے تعزیز نہیں۔

تعزیر اور حد میں فرق:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چند لوگ اس کو تعزیر قرار دینے پر کیوں مصر ہیں؟
اس کی تفصیل یہ ہے کہ تعزیر اور حد میں ایک فرق ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ اگر شرابی کی سزا کو تعزیر

مان لیا جائے تو تعزیر قابلِ معافی ہے، سزا دینے والا اپنے اختیار سے اسے معاف کر سکتا ہے۔ جبکہ حد قابلِ معافی نہیں ہے، جب حد کا معاملہ عدالت میں پیش ہو گیا اور وہ ثابت بھی ہو گئی تو دنیا کی کوئی طاقت اس حد کو ختم نہیں کر سکتی۔ پیغمبر ﷺ کے دبار میں چند لوگ سفارشیں کرنے آتے تھے اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: **"لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا".**

اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

اور تعزیر میں صلح کی گنجائش ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لے کہ مجھے موقع دیا جائے تو قاضی اپنی صوابدید پر اسے معاف کر سکتا ہے۔

مگر شرعی حد کا معاملہ اس سے مختلف ہے اس میں معافی نہیں بلکہ نفاذ ہوتا ہے۔

یہاں کا تو یہ قانون ہی جو و تعدی پر مبنی ہے کہ ایک شخص پر قتل کا جرم ثابت ہو جاتا ہے اور پھانسی کی سزا بھی عائد کر دی گئی تو پھر بھی صدرِ مملکت کو وہ رحم کی اپیل کر سکتا ہے اور صدر اس کی سزا کو ختم کر سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ صدرِ مملکت کے دل میں رحم ہے اور جو اللہ کا قانون قصاص ہے وہ ظلم پر قائم ہے۔ والعیاذ باللہ۔

صدر کیلئے معافی کی یہ گنجائش اس امر کی عکاس ہے کہ گویا انسان کا معاملہ رحم پر قائم ہے اور خالقِ کائنات کا امر ظلم اور قساوت پر قائم ہے۔ والعیاذ باللہ

لہذا شرابی کی سزا کو تعزیر قرار دینے کی سزا کے پیچھے یہ ارادہ محرک عمل ہے کہ ہمارا معاشرہ کبھی فلاح اور تقویٰ پر قائم نہ ہو سکے۔

ہاں اگر شرابی کی سزا کو شرعی حد مانتے ہوئے اس کی پشت پر کوڑوں کی سزا نافذ کر دی جائے تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جب معاشرہ اس منظر کو دیکھے گا تو جس شخص کے دل میں شراب پینے کی حرص، لالچ اور ارادہ ہے وہ اس سے باز آجائے گا۔ یہاں صرف کوڑوں کی تکلیف ہی نہیں بلکہ وہ جب دیکھے گا کہ ایک چوک پر کھڑے کر کے مجھے کوڑے مارے جا رہے ہیں تو یہ تذلیلِ نفسانی بھی ایک سزا ہے جو مجرم کو جرم سے روکے گی۔

اس طرح کی سزاؤں کے نفاذ میں معاشرے کی پاکیزگی بھی ہے اور ترقی بھی۔

مسند احمد میں نبی ﷺ سے ایک روایت منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا: **حد يقام في الأرض خير لهم من أن يمطروا أربعين صباحا** . اللہ تعالیٰ کی زمین پر ایک حد قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پورے معاشرے اور قوم کو اس قدر نواز تا ہے کہ چالیس دن کی رحمت کی بارش جو زمین پر مسلسل برستی رہے، اور انواع واقسام کے اناج و پھل کے باغات اگائے اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کو نوازے گا۔

اس لئے باطل پرست ایسی سازشوں کو تحریراً اور تقریراً رواج دے رہے ہیں کہ شراب کو تعزیر قرار دے کر ایک مسلم معاشرے کو ان فوائد و ثمرات سے محروم کر دیا جائے جو اسے حدود کے نفاذ کے بعد حاصل ہوتے ہیں ۔ اور ہمارا ملک و معاشرہ ترقی کرنے کی بجائے تنزلی اور ذلت کی دلدل میں پھنستا چلا جائے۔

شرابی کی پہچان کیلئے شریعت میں مقرر کردہ پانچ قرائن:

شریعت نے ایک شرابی شخص کی پہچان کیلئے کہ اس نے شراب پی ہے یا نہیں؟ پانچ قرائن وضع کئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں کس قدر حسّاس ہے، اور کس قدر چاہتی ہے کہ شرابی کو سزادی جائے تاکہ وہ اس امّ الخبائث سے بچ سکے۔ اور معاشرہ بھی اس کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

شریعت میں شرابی کی پہچان کے پانچ قرائن:

1. شرابی خود اقرار کرے کہ اس نے شراب پی ہے تو اس سے اس کا شرابی ہونا ثابت ہو جائے گا۔
2. گواہ موجود ہوں اور گواہی دیں کہ ہم نے اس کو شراب پیتے دیکھا ہے تو اس سے بھی اس کا شرابی ہونا ثابت ہو جائے گا۔
3. اس پر نشہ، سکر، اور بیہوشی طاری ہو تو یہ بھی شرابی کی پہچان کا ایک قوی قرینہ ہے۔

ہاں بعض لوگ جو شراب کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں اور انہیں نشہ نہیں چڑھتا، اور وہ لوگ خود اقرار بھی نہیں کرتے اور ان کے گواہ بھی موجود نہیں ہوتے تو شریعت میں ایسے لوگوں کی بھی جان خلاصی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی ایسا شخص متہم ہے تو شریعت نے اس کی پہچان کا ایک اور طریقہ رکھا ہے۔

4. وہ یہ کہ اس کا منہ سونگھا جائے۔ کیونکہ شراب کی بدبو منہ سے پھوٹتی ہے جس سے شرابی کی پہچان ہو جاتی ہے۔

علماء کرام نے اس قرینہ کا استدلال بھی نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے لیا ہے۔
جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ " **طهّرني يا رسول الله** "مجھ سے گناہ سرزد ہوگیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔ نبی ﷺ نے اس معاملے کو ٹالنے کی کوشش کی (اور آپ ﷺ کی حدیث بھی ہے کہ " **ادرءوا الحدود بالشبهات** " کہ حدود کو ٹالو شبہات کے ذریعے۔ یعنی اگر کوئی کیس شبہ کی بنا پر کمزور پڑ جاتا ہے تو اس سے حد کو تم ٹال دو۔) چنانچہ ماعز اسلمی سے آپ ﷺ نے اعراض کرلیا اور منہ دوسری طرف پھیر لیا ماعز رضی اللہ عنہ دوسری طرف آگئے اور پھر عرض کیا مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے پھر اعراض کرلیا ماعز رضی اللہ عنہ پھر دوسری طرف آگئے یوں انہوں نے چار بار اقرار تو کرلیا مگر پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا کہ: "کیا تم نے نشہ تو نہیں کیا ہوا؟"۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نشے کی بنا پر یہ ھذیان کہہ رہے ہو اور اقرار کر رہے ہو۔ پھر ایک صحابی کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا منہ سونگھ کر دیکھو کہ اس سے شراب کی بدبو تو نہیں آرہی وہ صحابی اٹھا اس نے ان کا منہ سونگھا اور گواہی دی کہ نہیں آرہی تب آپ ﷺ نے ماعز پر حدِّ زنا قائم کی۔
اس حدیث سے علماء کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اقرار بھی نہیں کرتا، اس پر نشہ بھی نہیں چڑھتا، گواہ بھی موجود نہیں ہیں اور اس پر شراب پینے کی تہمت ہے تو قاضی اس کا منہ سونگھ کر فیصلہ کر سکتا ہے۔

5 اس کو قے کروائی جائے۔ قے سے بھی شراب کے اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں۔

ان تمام قرائن کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے کہ یہ معاملہ شریعت کی نظر میں کتنا سنگین اور یہ فعل کتنا خبیث ہے کہ کسی مرحلہ پر شریعت شرابی کی جان نہیں چھوڑتی اور ان تمام قرائن کے ذریعے اس تک پہنچنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ اس کی سرکوبی کی جائے، اس کو سزا دی جائے تاکہ اس امّ الخبائث کی لعنت سے معاشرہ پاک اور طاہر ہو۔
لہذا اس ام الخبائث کی روک تھام کیلئے ایک ایسی منظم تحریک کی ضرورت ہے جو اس جرم کے تدارک کی حکمت عملی بنائے اور اس پر عمل درآمد کرے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب اللعالمين.

❀❀❀

تعظیم حرمات اللہ

شراب کے دینی ودنیاوی نقصانات

فضیلۃ الشیخ محمود الحسن حفظہ اللہ [1]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم : أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴾ [2]

ترجمہ: "شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کہ ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ"۔

شراب اسلام کی نظر میں کس قدر قابل نفرت اور نقصان دہ چیز ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ اسے قرآن مجید میں '' رجس ''(پلیدی) اور '' عمل الشیطان ''(شیطانی کام) کہا گیا ہے اور حدیث میں اس کیلئے ''جمّاع الإثم'' تمام گناہوں کی جامع اور '' رأس كُلّ فاحشة '' ہر بے حیائی کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سنن رزین کی ایک روایت میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: "سمعت رسول الله ﷺ يقول في خطبته:" **الخمر جماع الإثم والنساء حبائل الشيطان وحبّ الدنيا رأس كل خطيئة** " . قال وسمعته يقول :"**أخّروا النساء حيث أخرهنّ الله** ".

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: شراب تمام گناہوں کی جامع، عورتیں شیطان کی رسیاں، اور دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے"۔ 'اور فرماتے ہیں: "میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ: عورتوں کو پیچھے کرو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے"۔

---

[1] شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ الاسلامیہ
[2] المائدة:91

مسند احمد میں حدیث ہے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے دس باتوں کی وصیت فرمائی جن میں ایک یہ تھی :"ولا تشربنّ خمراً فإنه رأس كلّ فاحشة " ۔ "معاذ ہرگز ہرگز شراب نہ پینا کہ یہ تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے"۔

شراب اور جوئے کے نقصانات کو قرآن نے ''إثم كبير'' (بڑا گناہ) سے تعبیر کیا ہے اور پھر اس کے فوائد کے مقابلے میں اس کے گناہ کو زیادہ بڑا قرار دیا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے : ﴿ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ} ﴾ [1]

ترجمہ :" لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے، آپ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں، تو آپ کہہ دیجئے حاجت سے زیادہ چیز۔ اللہ تعالیٰ اس طرح سے اپنے احکام صاف صاف تمہارے لئے بیان فرمارہا ہے تاکہ تم سوچ سمجھ سکو"۔

اور ظاہر بات ہے گناہ کے اثرات انسانی جسم پر بھی پڑتے ہیں اور انسانی روح بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسانی روح کو اولیت حاصل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: " **ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب**"۔ [2] ترجمہ :" خبردار جسم میں ایک بوٹی ہے اگر وہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے خبردار وہ دل ہے"۔

شراب کے انسانی روح پر پڑنے والے مضر اثرات:

تو آیئے شراب کے انسانی قلب وروح پر پڑنے والے مضر اثرات کا جائزہ لیتے ہیں:

---

[1] البقرة: 219

[2] صحيح بخاری ومسلم

صحیح بخاری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''**والخمر ما خامر العقل**". شراب عقلِ انسانی کو مخمور وماؤف کر دیتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے جب انسان کی عقل ہی ماؤف ہو جائے تو اس سے ہر گناہ کا سرزد ہونا ممکن ہے، اس حقیقت کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "غزوہ بدر میں شرکت کے باعث مال غنیمت سے ایک اونٹنی میرے حصے میں آئی اور نبی ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد رخصتی کرانی چاہی تو بنو قینقاع قبیلے کے ایک سنار سے ٹائم لے لیا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم جنگل سے اذخر گھاس لیکر آئینگے پھر میں اُسے سناروں کو بیچوں گا اور اپنی شادی کے ولیمہ کا بندوبست کرونگا۔ میں ابھی اپنی اونٹنیوں کیلئے پالان، بورے اور رسیاں جمع کر رہا تھا اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے کمرے کے ساتھ بٹھائی ہوتی تھیں میں نے سب سامان جمع کر لیا تو اچانک دیکھا کہ میری اونٹنیوں کی کوکھ کاٹ دی گئی ہے کوہان چھانٹ دی گئی ہے اور اس میں سے کلیجی نکال لی گئی ہے، میں نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا، میں نے کہا: "یہ کس نے کیا ہے"، لوگوں نے کہا: "حمزہ بن عبد المطلب نے اور وہ اس گھر میں انصار کے کچھ لوگوں کے ساتھ پینے پلانے میں مصروف ہیں"۔ (واضح رہے کہ یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے)، اور ان کے پاس ایک مغنیہ ہے، اُس نے گاتے گاتے یہ کہہ دیا: "اے حمزہ اونچی اونچی کوہان والی فربہ اونٹنیاں موجود ہیں"، امیر حمزہ فوراً اپنی تلوار کی طرف لپکے اور ان کی کوہان کاٹ دی اور کوکھ پھاڑ دی اور ان کی کلیجی نکال لی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس گیا آپ کے پاس جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی ﷺ نے میری کیفیت کو بھانپ لیا، پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے"، میں نے کہا: "یارسول اللہ میں نے آج سے برا دن نہیں دیکھا!۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر دھاوا بول دیا ان کی کوہانیں تراش دیں اور ان کی کوکھیں کاٹ دیں اور وہ اس وقت اس گھر میں پینے پلانے والوں کے ساتھ موجود ہیں"، نبی ﷺ نے فوراً ہی اپنی چادر منگوائی اور اسے زیب تن فرمایا اور اُس گھر پر پہنچے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیئے آپ ﷺ نے گھر میں داخل ہونے کیلئے اجازت طلب کی

، آپ ﷺ کو اجازت دیدی گئی نبی ﷺ حمزہ کو ان کے فعل پر ملامت کرنا شروع کی تو حمزہ اُس وقت شراب کے نشے میں دُھت تھے اُن کی آنکھیں سرخ تھیں، حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا، پھر نظر چڑھائی اور آپ ﷺ کے گھٹنے کی طرف دیکھا پھر نظر چڑھائی اور آپ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھا، پھر بولے: "تم سب تو میرے باپ کے غلام ہو"۔ نبی ﷺ بھانپ گئے کہ یہ اس وقت نشے میں دُھت ہیں، چنانچہ آپ ﷺ اُلٹے قدموں پلٹ گئے، اور آپ ﷺ بھی وہاں سے نکل آئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکل آئے"۔ [1]

ابتداء میں قرآن مجید کی میں نے ایک آیت بیان کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض وعداوت کے جذبات برپا کرے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے تو کیا تم (شراب نوشی سے) باز آنے والے ہو۔

سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ پر غور کیجئے کہ شیطان نے ایک شراب پلوا کر اُس صحابی رسول ﷺ سے کتنے گناہ سرزد کروادئے۔ مغنیہ کا گانا بھی سنوایا اُس کی فرمائش پر امانت میں خیانت بھی کروائی، اپنے بھائی کے خلاف بغض وعناد کے اسباب بھی پیدا کردیئے، ذکر الٰہی سے بھی روک دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شانِ رسالت ختمی المرتبت محمد رسول اللہ ﷺ کی جناب میں گستاخی، بے ادبی اور بدکلامی، وبدتہذیبی کا مرتکب بھی بنادیا، **أعاذنا الله منها**۔

یہ الگ بات ہے کہ شراب اُس وقت تک حرام نہ ہوئی تھی اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے یہ سب کچھ نشے کی حالت میں سرزد ہوا جس پر شرعاً ان کا کوئی مؤاخذہ نہ کیا گیا لیکن شراب نے اپنے بد اثرات تو بہر حال دکھادیئے اور امیر حمزہ کے قلب وروح کو مجروح تو کردیا۔

اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کرلیں تو معلوم ہو جائیگا کہ شراب نوشی معاشرتی اعتبار سے سوسائٹی کے لیے کس قدر نقصان دہ بلکہ سُمِّ قاتل اور زہرِ ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے اور شراب کے معاشرتی واجتماعی نقصانات کا صحیح تخمینہ تبھی لگایا جاسکتا ہے جب معاشرے کی اصل حقیقت اور اس کے اصول وضوابط پر نظر ہو۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے، بلکہ صرف اتنا کہنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ کسی بھی فلاحی

[1] صحیح بخاری، ج 2، ص 571۔

ریاست و مملکت میں کوئی معاشرہ تبھی خوشگوار کہلا سکتا ہے جب اس کے تمام افراد باہم متحد و متفق ہوں جس کی آسمانی کتب میں بھی توجہ دلائی گئی ہے، مثلاً آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے۔

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [1]

ترجمہ:" اور اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور باہم متفرق نہ ہو جانا اور اللہ کی تم پر جو نعمت ہے اُسے یاد کرو جبکہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اُس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم اُس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے"۔

آسمانی کتب کی تعلیمات میں تو باہمی اتحاد واتفاق اور الفت و یگانگت کی تاکید کی گئی ہے جبکہ یہ شراب اختلاف وافتراق، تشتت وتفلک کے بیج بونے کا باعث ہوتی ہے، معاشرے میں باہمی بغض وعناد، شر وفساد کو فروغ دیتی ہے واہل وعیال دوست واحباب کو ایک دوسرے کے مدِ مقابل لا کھڑا کرتی ہے اور کبھی کبھی تو نوبت ہاتھا پائی، مار پیٹ، گالم گلوچ اور قتل وغارت تک پہنچ جاتی ہے۔ کئی پاکباز لوگوں کی پگڑیاں اُچھال دی جاتی ہیں باہم تہمت طرازی اور الزام تراشی کا بازار گرم کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑوں (کو جو کہ عہد نبوی وعہد صدیق میں رائج تھی) بڑھا کر اسّی کر دی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق کے اس عمل کی یہ کہہ کر تصویب وتوثیق کی کہ :" فانه إذا شرب سكر، واذا سكر هذىٰ ، وإذاهذىٰ افترىٰ "۔[2] یعنی شرابی جب شراب پیتا ہے تو نشے میں آتا ہے اور جب نشے میں آتا ہے تو بکواس کرتا ہے، تو افترا پردازی اور بہتان تراشی کرتا ہے۔(اور بہتان تراشی کی سزا ازروئے قرآن ''ثمانين جلدة'' اسّی کوڑے ہے)۔

صحیح مسلم میں قبیلہ عبد القیس کے وفد کا تذکرہ ہے جس میں نبی ﷺ نے انہیں شراب سازی اور شراب نوشی سے منع فرماتے ہوئے اس کے مضر اثرات کو اس طرح بیان کیا کہ تم لوگ یہ شراب پیتے

---

[1] آل عمران: 103

[2] مؤطا امام مالک ص 694

ہو اور نشے میں بدمست ہو کر تم میں سے ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کو تلوار سے ضرب لگاتا ہے، راوی فرماتے ہیں اُس وقت اس وفد میں واقعی ایک ایسا شخص تھا جسے اس طرح کا زخم لگا تھا اور اُس کا خود کا یہ کہنا ہے کہ میں اپنے اس زخم کو رسول اللہ ﷺ سے شرما کر چھپا رہا تھا (لیکن اللہ کے نبی نے اللہ کی وحی سے یہ سب کچھ بتادیا)[1]۔

❂ شراب نوشی کا ایک اور دینی نقصان یہ ہے کہ یہ نہ صرف ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے بلکہ نماز کی قبولیت میں بھی مانع ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں فرماتا، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اُس کی توبہ قبول کرتا ہے، پھر اگر دوبارہ پی لے تو اللہ چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں فرماتا، پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اُس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، پھر اگر وہ تیسری بار پی لے تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں فرماتا پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر اگر وہ چوتھی بار پی لے تو اللہ چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں فرماتا، اور اب اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا اور قیامت میں اُسے جہنمیوں کا لہو اور پیپ پلائیگا"۔[2] أعاذنا الله منها۔

یہ وعید تو اُس شخص کیلئے ہے جو شراب کبھی پیتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے اب ذرا اُس شخص کا انجام بھی دیکھ لیجئے جو عادی شرابی ہے۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں حدیث ہے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔ عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا اور دیّوث جو اپنے گھرانے میں بدکاری کو برقرار رکھتا ہے"۔ اسی طرح مسند احمد ہی کی ایک روایت میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عادی شرابی، قاطع الرحم، اور جادو کی تصدیق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جو مسند احمد میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "مدمن

---

[1] صحيح مسلم جلد اول ص 35

[2] ترمذی ، نسائی ، ابن ماجه ، دارمی

الخمر إن مات لقي الله تعالیٰ کعابد وثن" ۔ [1] "عادی شرابی اگر اسی حالت میں مر گیا تو بت کے پجاری کے طور پر اللہ سے ملاقات کریگا"۔

یہی وجہ ہے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:"میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اگر میں شراب پیوں یا پھر اللہ کے سوا اس ستون کی پوجا کروں"۔

معجم طبرانی اوسط کی ایک روایت میں ارشاد نبوی ہے : " **الخمر أُمّ الخبائث فمن شربها لم تقبل صلاته أربعين يوما فإن مات وهي فی بطنه مات ميتة جاهلية** " ۔

ترجمہ: شراب تمام خباثتوں کی ماں ہے جس نے اسے پیا اللہ چالیس روز اس کی نماز قبول نہیں کریگا اور اگر وہ اس حالت میں مر گیا کہ شراب اُس کے پیٹ میں ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

معجم طبرانی کبیر اور اوسط میں ارشاد نبوی ﷺ ہے : "**الخمر أم الفواحش وأكبر الكبائر من شربها وقع على أُمّه وخالته وعمّته**" ۔ ترجمہ:" شراب تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے جس نے اسے پیا وہ اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی سے زنا کر بیٹھے گا"۔

شراب اس قدر دین وایمان کیلئے مضرت رساں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" **لا يزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشرب وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن** " [2] ترجمہ:" کوئی زانی جس وقت زنا کا ارتکاب کرتا ہے کامل مومن نہیں رہتا اور کوئی شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ کامل مومن نہیں رہتا اور جب کوئی چور چوری کرتا ہے تو وہ کامل مومن نہیں رہتا "۔

شراب اس قدر خانہ خراب شے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق:" شراب خود بھی ملعون ہے، اس کا پینے والا بھی ملعون ہے، پلانے والا بھی بیچنے والا بھی اور خریدنے والا بھی، کشید کرنے والا بھی اور جس کیلئے کشید کی جائے، اٹھانے والا بھی اور جس کیلئے اُٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا سب پر اللہ کی لعنت ہے"۔ [3]

---

[1] سنن نسائی

[2] بخاری ،مسلم ، ابوداؤد ، نسائی ۔

[3] ابوداؤد ، مستدرک حاکم ، صحیح الجامع للالبانی

سوچنے کی بات ہے کہ جو خبیث مشروب نماز سے روک دے، ذکر اللہ سے روک دے، ایمان والوں کے مابین بغض وعداوت کو فروغ دے، نماز کی قبولیت میں مانع ہو ایمان کی نفی کر دے، جنت میں داخل ہونے سے روک دے، بت کے پجاری سے مشابہ کر دے۔ جاہلیت کی موت مرنے کا باعث بنے اللہ کی لعنت کا سبب بنے اور ماں، بہن، بیٹی، خالہ پھوپھی کی تمیز کھو دے اس سے بڑا شراب کا دینی نقصان اور کیا ہو گا۔!

شراب کے دنیاوی نقصانات:

اب آیئے شراب کے دنیاوی نقصانات کا جائزہ لیتے ہیں۔ دنیاوی نقصان میں بنیادی طور پر دو نقصان قابل غور ہیں۔(۱) مال کا نقصان اور (۲) جان کا نقصان، شراب کی مالی وجانی تباہ کاریوں کو واضح کرنے کیلئے ڈاکٹر اسعد بک الحکیم نے اپنی کتاب" **المسکرات وأضرارها** " کے صفحہ ۳۱ پر کسی انگریز ماہر اقتصادیات کا تجزیہ نقل کیا ہے جس میں وہ کہتا ہے: " اگر کسی بھی ایک ملک و قوم کے ان اموال کو جمع کیا جائے جنہیں وہ شراب تیار کرنے کا میٹریل خریدنے پر صرف کرتی ہے اور جو شراب نوشی کے نتیجے میں عقل کھو دینے والوں کی نگہداشت کیلئے پاگل خانوں پر خرچ کرتی ہے اور ان لوگوں کی تعداد جنہیں وقت سے پہلے ہی موت اپنی آغوش میں لیجاتی ہے اور جو شراب نوشی کے نتیجے میں مہلک بیماریوں میں موروثی طور پر مبتلا ہو جاتے ہیں اور جو نشہ کی تلاش میں گھر بار چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور جو شراب کے بد اثرات سے متاثر ہو کر بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کر کے قتل اور عمر قید کی سزائیں پاتے ہیں، کسی قوم کے ان سب مالی وجانی نقصانات کو جمع کیا جائے تو اخراجات کا مالی مجموعہ کئی بلین فرنکس سے بڑھ جائیگا اور ان جانی ومالی نقصانات کے سامنے عالمی جنگ کے مالی وجانی نقصانات ہیچ و معمولی نظر آنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومتیں، علماء اور مختلف قوموں کے علمی طبقات بیک زبان یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارا سب سے بڑا داخلی دشمن الکحل یعنی شراب ہے "۔[1]

ایک جرمن ڈاکٹر نے شراب کے مادّی نقصانات کو بڑے عجیب انداز سے بیان کیا ہے۔ علّامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر المنار میں اس جرمن ڈاکٹر کا وہ قول یوں ذکر کیا ہے۔

"أقفلو لی نصف الحانات أضمن لكم الإستغناء عن نصف المستشفيات والملاجی

---

[1] المسكرات واضرارها ص 31 ، بحواله موقف الاسلام من الخمر ص 37 ، 38 ۔

والسجون ". "تم شراب کی آدھی دکانوں کو تالے لگا دینے کی مجھے ضمانت دیدو میں تمہیں آدھے شفا خانے، پناہ گاہیں اور جیل خانوں کی ضرورت سے بے نیاز کر دینے کا ذمّہ لیتا ہوں"۔

شراب کے انسانی جسم وجان کو پہنچنے والے نقصان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی طارق بن سوید کے سوال کے جواب میں کہ "إنما أصنعها للدواء" کہ میں اسے صرف دوا بنانے کیلئے استعمال کرتا ہوں یہ کہہ کر واضح فرمایا: ''إنه ليس بدواء ولكنه داء"۔[1] "یہ تو دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے"۔

شراب کی ہلاکت خیزی پر رسول اللہ ﷺ کی اس قدر گہری نظر تھی کہ جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا شراب کو سرکہ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔[2]

شراب اپنے اندر کیا کیا موذی بیماریاں رکھتی ہے اور کس طرح یہ انسانی جان کیلئے ہلاکت خیز ہے اس کے لئے ڈاکٹر محمد علی ارجمندی مدیر امور صحت محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض (سعودی عرب) کی یہ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔ اس رپورٹ میں ڈاکٹر موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب نوشی، منہ، گلے، مسوڑھوں اور زبان کی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ بعض حالات میں شراب نوشی سے معدے کا کینسر بھی ہو جاتا ہے جو ایک خوفناک اور مہلک مرض ہے۔ شراب نوشی سے انتڑیاں متاثر اور زخمی ہوتی ہیں اس سے جگر کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اس کے خلیے الکحل سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور مسلسل شراب نوشی کے نتیجے میں ایسے شخص کی موت کا واقع ہو جانا بھی بعید از امکان نہیں رہتا جبکہ ان خلیوں کے کام چھوڑ جانے کا علاج جدید طب میں بھی ممکن نہیں۔ شراب نوشی کے نتیجہ میں دوران خون بھی متاثر ہوتا ہے۔ جسم کے تمام اعضاء سے دل اور دل سے اعضائے جسم کو خون دونوں پر ایسا برا اثر پڑتا ہے کہ اس کے نتیجے میں بعض اوقات اچانک موت واقع ہو جاتی ہے۔

اور کبھی فالج اور شلل اعضاء جیسی بیماریاں رونما ہوتی ہیں۔ الکحل میں زہر کی تاثیر بھی ہوتی ہے لہذا اس سے دل بھی بچ نہیں پاتا۔

ایسے ہی شراب پھیپھڑوں پر بھی برے اثرات مرتب کرتی ہے اور شرابی کا نظامِ تنفس بگڑ جاتا ہے جو کہ سل، دق، اور دمے کا سبب بن جاتا ہے۔ الکحل سے گردوں کو بھی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ غرض شراب

---

[1] صحیح مسلم

[2] صحیح مسلم

نوشی انسان کے حواس خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، چھونے اور سونگھنے) کی صلاحیتوں کو شدید متاثر کرتی ہے۔ غیر ارادی حرکتوں اور رعشہ کی حالت میں چھوٹے بڑے کسی کام کے قابل نہیں چھوڑتی۔ مایوسی ناامیدی اور قلق واضطراب کے علاوہ شرابی بے وجود اشیاء سے ڈرنے لگتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے اُسے کوئی قتل کرنے کے درپے ہے حالانکہ وہاں کسی کا وجود بھی نہیں ہوتا۔

یہی امور کبھی کبھار شرابی کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیتے ہیں، جنون اور پاگل پن میں مبتلا ہونے والے مریضوں میں سے پچاس فیصد لوگ عادی شرابی ہوتے ہیں۔

ممتاز سعودی عالم شیخ احمد بن حجر نے کتاب ''حكمة التشريع الإسلامی'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ شراب نوشی شرابی کو اکثر حالات میں بانجھ پن تک پہنچا دیتی ہے اور شرابی کی اولاد جو اس وقت معرض حمل میں آئے جب کہ شراب کا نشہ موجود ہو تو وہ عموما بیوقوف ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شراب کے اثراتِ بد، صرف شرابی تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ اس کی آئندہ نسلوں تک منتقل ہو جاتے ہیں اور اس کی اولاد واحفاد مختلف اعصابی آفات ونفسیاتی اضطرابات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ عافانا الله من ذلک كله ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں شراب کی لعنت سے دور ہی رکھے اور اس کے دینی ودنیاوی نقصانات سے محفوظ رکھے۔

آمين يا اله اللعالمين ، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب اللعالمين وصلى الله على نبيه محمد وآله وأصحابه أجمعين ومن تبعهم الى يوم الدين ۔

❁❁❁

تعظیم حرمات اللہ

منشیات اوران کے استعمال کا شرعی حکم

خالد حسین گورایہ

تمہید:

دینِ اسلام عالمِ انسانیت کی کتنی خیر خواہی اور بھلائی چاہتا ہے یہ چیز اس کی تعلیمات سے بخوبی مترشح ہے۔ انسانی شعبہ ہائے زندگی کا کون سا بھلائی کا باب ہے جس کی طرف شریعت نے رہنمائی نہ کی ہو۔ اور فساد و بگاڑ کا وہ کونسا راستہ ہے جس کو بند نہ کیا ہوا۔ اگر قرآن مجید میں وارد درجِ ذیل تین چار آیات پر ہی غور کرلیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ بشریت کیلئے سب سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند اور رحیم دین اسلام ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”{وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ}[1]

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک واحسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: {وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا}[2]

ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔

ہزاروں سالوں پر محیط تاریخِ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ انسان نے دینِ حنیف سے ہٹ کر جرائم، بیماریوں اور معاشرتی تباہ کاریوں کی روک تھام کیلئے جتنے جتن کئے وہ ہیچ ثابت ہوئے۔ زیادہ دور کی بات نہیں اپنے حاضر پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اندازہ ہو گا وحی الٰہی سے عاری یہ کاوشیں سراب ثابت ہوئی ہیں۔ یہ جرائم کی کمی کے بجائے اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔

---

[1] البقرۃ: 195

[2] النساء: 29

(UNODC) " اقوام متحدہ کا آفس برائے منشیات وجرائم " اقوامِ متحدہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔اس ادارے کے تحت ہر سال ۲۶ جون کو " عالمی یومِ انسدادِ منشیات " کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس میں دنیا بھر سے عوام اور منشیات کے انسداد کیلئے سرگرم سرکاری وغیر سرکاری تنظیمیں بیشمار ورکشاپس،واکز کا اہتمام کرتی ہیں تاکہ عوام میں شعور پیدا ہو اور اس شیطانی ہتھیار کو کند کیا جاسکے۔ مذکورہ ادارہ ہر سال اسی دن ایک سلوگن مہیا کرتا ہے تاکہ تمام تنظیمیں اس کے تحت پروگرامز کریں۔اس ادارے کا2010 کا سلوگن تھا

{THINK HEALTH NOT DRUGS}

"صحت کے بارے میں سوچئے منشیات کے بارے میں نہیں"

جبکہ 2011 میں:

{Global Action for Healthy Communities without Drugs}

" منشیات کے بغیر صحت مند معاشرے کے لئے گلوبل ایکشن "

دونوں عناوین سے مترشح ہے کہ عالمی دنیا کو منشیات سے پاک کرنے کیلئے انسانی صحت کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ مگر ان تمام عالمی اور علاقائی سطح پر چلنے والی مہموں کے باوجود منشیات کے عادی افراد کی شرح میں کمی کے بجائے آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس اضافے کی شرح کا اندازہ آپ اقوام متحدہ کے ادارے (UNODC) " اقوام متحدہ کا آفس برائے منشیات وجرائم " کی مرتب کردہ درجِ ذیل رپورٹ سے لگاسکتے ہیں۔ جس میں 1990 کے بعد سے لیکر 2010 تک کی منشیات کے عادی افراد میں اضافے کو چارٹ کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔
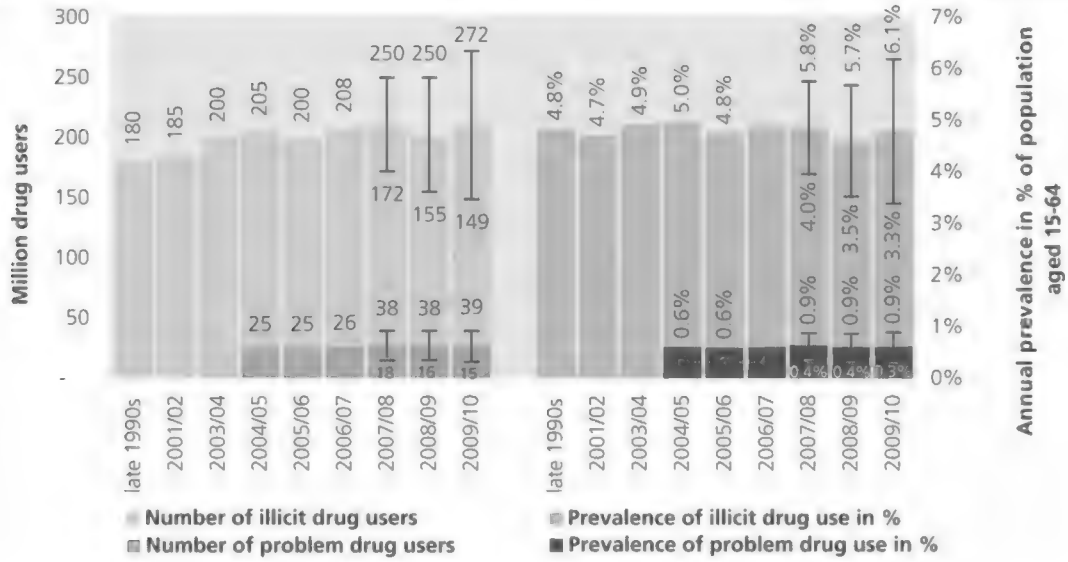
اس چارٹ سے واضح ہے کہ 90 کی دہائی میں غیر قانونی طور پر منشیات کا استعمال کرنے والے افراد کی شرح 180 ملین تھی۔ جبکہ 2010 میں یہ تعداد 272 ملین تک پہنچ چکی تھی۔ اور نشے کے عادی افراد جو اس مصیبت کا مکمل طور شکار ہو چکے ہیں ان کی شرح میں بھی تواتر سے اضافہ ہوا ہے جن کی تعداد 2010 تک 39 ملین تک پہنچ چکی ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ عالمی برادری ان تمام تر کوششوں کے باوجود نہ منشیات کے عادی افراد پر قابو پا سکی ہے اور نہ ہی اس کی تجارت، پیداوار اور نقل و حمل پر۔ ایک رپورٹ کے مطابق تمام تر مساعی کے باوجود منشیات کی غیر قانونی عالمی تجارت کا حجم ۱۰ کھرب ڈالر سالانہ (جو کہ بین الاقوامی تجارت کا ۸ فیصد یا ٹیکسٹائل کے تجارتی حجم کے مساوی ہے) سے تجاوز کر رہا ہے۔ جنگ ڈویلپمنٹ رپوٹنگ سیل کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں منشیات (خصوصا ہیروئن) کی تیاری، نقل و حمل اور استعمال میں اضافہ ہوا ہے۔ (UNODC) کے مطابق ۲۵ برس میں دنیا میں ہیروئن کی تیاری میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔

ان مختصر سے اعداد و شمار کا مقصد یہ ہے کہ عالمی برداری اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لانے کے باوجود نہ منشیات کے استعمال کو روک سکی نہ تجارت کو اور نہ پیداوار کو!

اب ذرا انسانیت کی اصلاح کیلئے اسلام کی معجزانہ اور انقلابی تعلیمات کا اثر دیکھئے کہ صرف ایک ندا تھی "ألا أن الخمر قد حرمت" راوی فرماتے ہیں "ہم نے شراب گلیوں میں بہا دی، برتن توڑ دئے جس شخص کے منہ میں کچھ باقیات تھیں اس نے کلی کر دی" اس انقلابی تبدیلی کا اندازہ لگائیے کہ انہوں نے صرف نشہ ہی نہیں چھوڑا بلکہ جن برتنوں میں نشہ کیا تھا وہ بھی توڑ دئے۔ چند ساعتوں میں معاشرہ پاک ہو گیا۔ نشے کے عادی افراد نہ صرف تائب ہوئے بلکہ اس کی تجارت اور اس کی پیداوار بھی روک دی گئی۔

آپ 2010/2011 کے (UNODC) کے سلوگن میں دیکھ چکے ہیں کہ ان میں صحت کو مرکزیت دی گئی ہے۔ اور اسلام نے اسی انسانی صحت کیلئے کتنے اعلیٰ تحفظ کی ضمانت دی۔ اس کا اندازہ سابق الذکر آیات {وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ} {وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ} سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کے اس سنہرے اور عظیم فرمان (**إن الله لم يجعل شفاء أمتي فيما حرم عليهم**) "اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام کر دیا اس میں امت کیلئے شفا نہیں رکھی" نے تمام قسم کی مضرِ صحت اشیاء کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا۔ اس کے بعد اس فعلِ قبیح سے منسلک دس قسم کے افراد کو سنائی جانے والی سخت ترین وعید منشیات کی تمام قسم کی نقل و حمل، تجارت و ترویج کیلئے بند کی حیثیت رکھتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں منشیات کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کی سعی کی گئی ہے جس سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ دینِ اسلام نے اس زہر ہلال کے بارے میں کیا احکامات دئے گئے ہیں اور اس کی سنگینی پر کن کن زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس کے عادی افراد کی ردع وزجر، جزا وسزا کیلئے کیا تعلیمات واحکامات اس موجود ہیں۔

منشیات کی تعریف:

امام قرافی رحمہ اللہ منشیات کی تعریف میں لکھتے ہیں:" **هي ماغيب العقل والحواس دون**

أن يصحب ذلك نشوة أو سرور". [1]

" ایسی چیزیں جو مدہوشی اور کیف وسرور کے بغیر عقل وحواس پر چھاجائیں وہ منشیات ہیں"۔

صاحبِ عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: " ما يغطى العقل دون حدوث طرب او عربدة اور نشاط ۔" [2]

"جو چیز بغیر کسی سرمستی، جھومناہٹ، اور چستی پیدا کئے عقل پر پردہ ڈال دے وہ منشیات میں سے ہے۔

موسوعہ فقہیہ کویتیہ (کویتی فقہی دائرۃ المعارف) میں منشیات کی تعریف ان الفاظ میں مذکور ہے: " التخدير تغشية العقل من غير شدةمطربة ۔" [3]

"منشیات مستی کی شدت، سرمستی کے بغیر عقل پر پردہ ڈالنے والی چیز کو کہا جاتا ہے"۔

ان تمام تعریفات کا ماحصل یہ کہ:

ہر وہ چیز جو انسان کے ذہن پر پردہ ڈال دے جس سے اس کی دماغی صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں تباہ ہو جائیں نشہ کہلاتا ہے۔ پھر اس کی خواہش اس چیز میں بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس سے پیچھا چھڑوانا مشکل ہو جاتا ہے۔

احمد بن حجر اس کا خلاصہ ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں: "كل مادة خام أو مسحضرة تحوي على عناصر منبهة أو مسكنة من شأنها إذا استخدمت في غير الأغراض الطبية والصناعية أن تؤدي إلى حالة من التعود أو الإدمان عليها مما يضر بالفرد والمجتمع جسميا وإجتماعيا ونفسيا" [4]

---

[1] الفروق للقرافي ج 1 ص 217

[2] عون المعبود ج 10 ص 129

[3] الموسوعة الفقهية الكويتية ج 4 ص 258

[4] الخمر وسائر المسكرات والمخدرات لأحمد بن حجر ص 147

"ہر وہ مادہ چاہے خام ہو یا تیار کردہ، جو نشاط انگیز اور سکون آور عناصر پر مشتمل ہو، اس میں یہ صلاحیت ہو کہ اگر وہ طبی اور فنّی مقاصد کے علاوہ استعمال کیا جائے تو انسان عادی بن جاتا ہے۔ جس سے فرد اور معاشرے کو جسمانی، معاشرتی اور نفسیاتی نقصان ہوتا ہے"۔

منشیات کی اقسام

عصرِ حاضر میں منشیات کی اتنی انواع واقسام منظرِ عام پر آچکی ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا ایک لحاظ سے بہت مشکل امر ہے۔ نیز اس کی تقسیم اہل علم نے اس کے مختلف زاویوں سے کی ہے تاثیر کے لحاظ سے۔ پیداوار کے لحاظ سے۔ کلر کے اعتبار سے۔ کیمیکلز فارمولاز کے اعتبار سے۔
مگر ہم یہاں اس کی معتمد اور زیادہ واضح تقسیم "تاثیر" کے لحاظ سے ذکر کرتے ہیں:

1. مسکرات: نشہ آور اشیاء الکحل۔ اور کلوروفارم وغیرہ
2. غشی او غفلت طاری کرنے والی اشیاء؛ افیون چرس اور اس کے مشتقات
3. نفسیاتی ہذیان (بوکھلاہٹ) اور اضطراب پیدا کرنے والی جڑی بوٹیاں اور دوائیں: جیسے (Mescaline) (belladonna)
4. خواب آور: جیسے کلورل(chloral) برمیڈ(bromide) پوٹاشیم (potassium)

منشیات کی چند اہم اقسام:

منشیات کی چند اقسام کے ذکر سے قبل یہ بات واضح رہے کہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو، پینے والی ہو یا کھانے والی، سونگھی جاتی ہو یا انجکشن کے ذریعے جسم میں داخل کی جاتی ہو اس کی ہر قلیل وکثیر مقدار حرام ہے۔ خواہ وہ عہدِ جاہلیت میں پائی جاتی ہو یا عہد نبوت میں یا بعد کی ایجاد ہو۔
ذیل میں ہم مختصراً بعض ان اشیاء کا تذکرہ کریں گے جو نشہ آور اور حرام ہیں۔
منشیات بنیادی طور پر دو طرح کی ہیں۔ ایک قسم طبیعی جس میں بعض پودے اور بعض نباتات اور گھاسیں شامل ہیں جیسے خشخاش، پوست، بھنگ وچرس وغیرہ۔ دوسری قسم مصنوعی اشیاء

کی ہے جو کیمیائی طریقے سے نکالی اور تیار کی جاتی ہے جیسے الکحل، کوکین، اور مارفین وغیرہ۔

1 چرس

حشیش ایک خاص قسم کا پودا ہے جس کے پتوں کو خشک کرکے مخصوص انداز سے کاٹ کر بطور نشہ اور علاج کے استعمال کیا جاتا ہے۔ چرس اور بھنگ کو دیگر مہلک منشیات تک پہنچنے کیلئے پہلا قدم شمار کیا جاتا ہے۔ منشیات کے حوالے سے کام کرنے والے مختلف اداروں کی رپورٹس اور اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ حشیش کے نشے کا تجربہ کرنے والوں کی اکثریت ہیروئن تک پہنچ رہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ میں رقمطراز ہیں: ''یہ سب سے پہلے مسلمانوں میں اس وقت ظاہر ورائج ہوئی جب چھٹی صدی کے اواخر اور ساتویں صدی کے شروع میں تاتاریوں کی حکومت کا ظہور ہوا۔ چنگیز خان کی تلوار اور حشیش کی ابتداء کا ایک ہی زمانہ ہے۔ بلکہ یوں کہیں کہ جب لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ممنوع کردہ احکام کی خلاف ورزی سرعام شروع کردی تو اللہ تعالیٰ نے چنگیز خان جیسا شخص ان پر مسلط کردیا۔[1]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب '' الکبائر'' میں لکھتے ہیں: '' نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کہ ''ہر نشہ آور چیز شراب ہے''۔ اس میں حشیش بھی داخل ہے۔ یہ بھی شراب کی طرح حرام ہے۔ اور اس کے استعمال کرنے والے کو بھی شراب نوشی کرنے والے کی طرح ہی حد لگائی جائے گی۔''

مزید لکھتے ہیں: '' حشیش انسان میں ہیجڑا پن اور بے غیرتی کا بیج بوتی ہے۔ اور عقل ومزاج میں بگاڑ کا موجب بنتی ہے۔''

نیز علامہ ذہبی نے اس کے نجس ہونے کو صحیح تر قرار دیا ہے۔[2]

سید سابق ''فقه السنة'' میں لکھتے ہیں کہ: **''وقال بعض الحنفية أن من قال يحل**

---

[1] مجموع الفتاویٰ بحوالہ تمباکو نوشی ص 92، 93

[2] الكبائر للذهبي ص 95

الحشيشة زنديق مبتدع".

"احناف کے بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص حشیش کو حلال کہے وہ زندیق وبدعتی ہے۔"

2 افیون

پوست کے پکنے کے بعد دو ہفتوں میں ڈوڈوں سے افیون نکالی جاتی ہے۔ افیون کو مارفین نارکوٹین وغیرہ کی شکل میں درد کی شدّت کم کرنے والی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ نشے کے طور پر اسے کھایا جاتا ہے دھوئیں (سگریٹ، شیشہ) کی صورت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان ملک افغانستان اس وقت پوست کی کاشت میں دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ ایشیا میں سب سے زیادہ افیون کھائی جاتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق" یورپ میں 4.5 ملین افراد افیون آمیز ادویات پیتے ہیں جو دنیا بھر کے نشہ بازوں کا 30٪ ہے۔[1]

3 مارفین

مارفین سفید اور قرمزی رنگ کی مائع شکل کا ایک مادہ ہے۔ بہت طاقتور اور قدیم خواب آور دوائی ہے۔ بعض مراحل سے مارفین کو گذارنے کے بعد اس سے ہیروئن بھی حاصل کی جاتی ہے۔ آپریشن سے پہلے مریض کو بیہوش کرنے کیلئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

4 ہیروئن

انیسویں صدی میں ڈاکٹروں نے انکشاف کیا کہ مریض کھانسی کے علاج کے نام پر ایک بڑی مقدار میں ہیروئن استعمال کررہے ہیں جس کا طبی نام ڈائیومارفین ہے۔

" پوست کو ہیروئن میں تبدیل کرنے کے لئے کسی بھی چوڑی جگہ یا سائنسی آلات کی ضرورت نہیں ہوتی عام طور پر ہیروئن ساز فیکٹری ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک گول پیندے والا بڑا سا دیگچا اور ایک چولہا ہیروئن ساز فیکٹری کا کل سامان ہوتا ہے۔ ہیروئن بنانے کیلئے ایسٹک ان ہائیڈررائیڈ کیمیکل افیون میں ملایا جاتا ہے۔ ۷ کلو افیون میں ۲

---

[1] ماہنامہ جلیس صحت

لیٹر یہ کیمیکل ملایا جاتا ہے۔وجودِ انسانی کو آرام پہنچانے کیلئے اسے (ڈی اسٹیل مارفین) ۱۸۹۸ میں دواؤں میں شامل کیا گیا اسے ایک نمکین مرکب کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔(کلورو ھیڈ رائٹ ہیروئن) اس میں جلد حل ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے اور یہ افیون سرشاری کا سبب بننے والی دواؤں میں سرِ فہرست ہے۔[1]

5 کوکین

حشیش سے ملتی جلتی ایک چیز کا نام ہے۔ یہ مادہ کوکا کے پتے سے حاصل ہوتی ہے جس کو سونگھ کر یا انجکشن کے طور پر بطور نشہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے کان اور گلے کو تسکین پہنچانے والی ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

کوکین کے استعمال کے انسانی صحت پر بہت ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔" اس کا استعمال جسم کو کمزور اور عقل کو ضعیف کر دیتا ہے۔ جنون و پاگل پن کا سبب بنتی ہے۔ اس کا عادی متفکر اور پریشان رہنے لگتا ہے۔ اور لقمہ حلال کمانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔اور جرائم پیشہ بن جاتا ہے۔اور کبھی خودکشی بھی کر بیٹھتا ہے۔[2]

منشیات کے استعمال اور ان کی ترویج کی شرعی سزائیں

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کا فیصلہ:

بلا شک و ریب چند منشیات شراب سے بڑھ کر نقصان دہ، خطرناک اور مہلک ہیں اس لئے ان کے شر و فساد کے پیشِ نظر ان کے عادی افراد کیلئے ان کی ترویج اور اسمگلنگ کرنے والے سے متعلق حکم سخت ہونا ضروری ہے۔

اس کے پیش نظر مملکت سعودی عرب کی " ھیئة کبار العلماء "(کبار علماء کی کمیٹی) کی جانب سے منشیات کی ترویج کے حوالے سے مندرجہ ذیل فیصلہ صادر ہوا۔

---

[1] منشیات کی اقسام، استعمال اور اس کے منفی اثرات۔ از ڈاکٹر محمد طارق خان پی ایچ ڈی اینٹی نارکوٹکس

[2] تمباکو نوشی، از منیر قمر صاحب ص 97

حمد وثنا کے بعد:

مجلس علمی اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرنے اور اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ چونکہ منشیات کی خبیث وبا کے اثرات زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں چاہے وہ سمگلنگ ، تجارت یا اس کی ترویج واشاعت سے یا پھر استعمال سے متعلق ہوں۔ جس کے شکار افراد پر اس کے بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں دست درازی کے واقعات ، گاڑیوں کے حادثات، اور معاشرے میں ایک مجرمانہ طبقہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس سے صحت پر پڑنے والے برے اثرات بھی نقصان دہ ہیں۔ جو کہ بسا اوقات انسان کو عقلی خبط، خلل اور جنون میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ لہذا ان نقصانات کے پیش نظر مجلس (کبار علماء) مندرجہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔

اول : منشیات کے سمگلر کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ اس کا اس خبیث پروڈیکٹ کو اس ملک میں داخل کرنا اس کے نفس کے علاوہ امت اور معاشرے پر اپنے بڑے گھناؤنے اور سیاہ اثرات چھوڑتا ہے اور پوری امت اس فساد کی زد میں آتی ہے۔ منشیات کے سمگلر کے ساتھ قتل کے حکم میں امپورٹر اور باہر سے منشیات حاصل کر کے لوگوں کو سپلائی کرنے والا شخص بھی شامل ہے ان کی سزا بھی قتل تجویز کی جاتی ہے۔

دوم: جو شخص ان کی ترویج کا سبب بنتا ہے چاہے وہ بنانے ، امپورٹ کرنے ، خرید وفروخت یا پھر گفٹ وغیرہ کی شکل میں ہو۔ تو اگر اس شخص سے یہ فعل پہلی دفعہ صادر ہوا ہے تو اسے ، قید، کوڑوں یا پھر مالی جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ کورٹ مناسب سمجھتی ہے۔ سخت تعزیری سزا دی جائے گی ۔ اگر اس سے دوبارہ اس طرح کا فعل صادر ہوتا ہے تو معاشرے سے اس کا شر ختم کرنے کیلئے اگر اسے قتل بھی کرنا پڑے تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس طرح کے فعل کا مرتکب ہو کر مفسدین فی الارض اور ایسے افراد کی صف میں شامل ہو گیا ہے کہ جرم جن کے رگ وریشے میں رچ بس گیا ہے۔ اور محققین اہل

علم کے فیصلے کے مطابق قتل تعزیر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:" جس شخص کے فساد فی الارض کو بغیر قتل کے روکنا ممکن نہ ہو اسے قتل کر دینا ضروری ہے، جیسا کہ مسلمانوں کی جماعت کا شیرازہ بکھیرنے اور اختلافات پیدا کرنے والے اور دین میں بدعات کی دعوت دینے والے شخص کا قتل ہے۔
پھر فرماتے ہیں:"آپ ﷺ نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا جس نے آپ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تھا، اور آپ سے ابن الدیلمی نے ایسے شخص کی بابت سوال کیا جو شراب نوشی سے باز نہیں آتا تو آپ نے فرمایا: جو اس سے باز نہیں آتا اسے قتل کر دو"۔ ایک اور مقام پر آپ نے تعزیراً قتل کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: " **وهذا لأن المفسد كالصائل ، وإذا لم يندفع الصائل إلا بالقتل قتل** " یہ اس لئے کہ مفسد حملہ آور درندے کی طرح ہے، اور حملہ آور درندے کو روکنے کیلئے اگر قتل کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اسے قتل کر دینا چاہئے۔
سوم: مجلس اس بات کو مناسب سمجھتی ہے کہ شق نمبر(1)اور (2) میں اشارہ کردہ سزاؤں پر عمل درآمد کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ براءتِ ذمہ اور انسانی جان سے متعلق احتیاطی پہلوؤں کے تحت شرعی عدالت ،ہائی کورٹ اور سپریم جوڈیشل کونسل کی جانب سے تمام ضروری ثبوت اور قانونی کاروائیاں مکمل کی جانی چاہئیں۔
چہارم: ان سزاؤں کو لاگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اعلان کے تمام ذرائع استعمال کرتے ہوئے ان کو نافذ کرنے سے پہلے بطور عذر اور ڈرانے کے نشر کیا جائے۔
هذا وبالله التوفيق ، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم . [1]

اہل علم کے مندرجہ بالا فتوے کو مد نظر رکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ۔ منشیات میں ملوث افراد چار طرح کے ہیں۔

---

[1] هيئة كبار العلماء نقلاً عن : "فتاوى إسلامية" (379/3) .

1 نشہ کرنے والا شخص اور اس کی سزا۔

اس حوالے سے اہل علم کا اختلاف ہے کہ منشیات استعمال کرنے والے شخص کو کیا شراب پر قیاس کرتے ہوئے کوڑوں کی سزا لگائی جائے یا اس کو تعزیری سزا دی جائے۔
اہل علم میں دونوں آراء کے حامل افراد موجود ہیں اور صحیح ترین قول کے مطابق منشیات کے استعمال کرنے والے شخص پر شرابی کی سزا لاگو ہو گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن قیم، امام ذہبی اور زرکشی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔[1]
سعودی عرب کی کبار علماء کی کمیٹی کی بھی یہی رائے ہے کہ "جو شخص اس کام میں نشہ کرنے کی حد تک ملوث ہے تو اس پر سکر کا شرعی حکم لاگو ہو گا۔ اور اگر وہ شخص اس کا عادی ہے تو ایسے فرد کیلئے حاکمِ شرعی اختیار رکھتا ہے کہ اس سے متعلق کوئی سخت تعزیری سزا متعین کرے اگرچہ وہ قتل کی سزا ہی کیوں نہ ہو۔[2]

2 معاشرے میں منشیات کی ترویج اور اشاعت کرنے والے کی سزا۔

اس کی سزا بھی سخت سے سخت تعزیری سزا ہے اور اگر اس کا شر تھمنے والا نہیں تو اس کی سزا قتل متعین ہو گی۔ جس کی تفصیل لجنۃ دائمہ کے فتویٰ میں سابقہ صفحات پر گذر چکی ہے۔

3 منشیات کی سمگلنگ کرنے والے کی سزا بھی قتل ہے اس کی تفصیل بھی لجنۃ دائمہ کے سابقہ فتویٰ میں گذر چکی ہے۔

4 کاشت کرنے والے کی سزا۔ اس کی سزا بھی ترویج کرنے والے شخص کی طرح اجتہادِ حاکم پر موقوف ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کی کاشت کو تلف کرکے مذکورہ شخص کو کوڑوں، یا قید یا مالی جرمانے کی سزا سنا دے۔ اور اگر دیکھے کہ وہ اس سزا سے باز نہیں

---

[1] دیکھئے : السیاسیة الشرعیة ص 128 ، مجموع الفتاویٰ ج 34 ، ص 204 ۔ زاد المعاد ج 4 ص 463 ۔ الکبائر ص 86 ۔ زهرة العریش ص 115 ۔

[2] مجلة البحوث الإسلامیة العدد 12 ، ص 78 سال1405ھ

آتا تو حاکم کو اختیار ہے وہ اسے تعزیراً قتل بھی کر سکتا ہے۔

غیر مسلموں کو منشیات کی فروخت:

اب یہاں سوال رہ جاتا ہے کہ منشیات کا استعمال چاہے کسی صورت میں بھی ہو مسلم معاشرے میں کلی طور پر حرام ہے تو کیا ایک مسلمان کافروں کو منشیات فروخت کر سکتا ہے؟ جبکہ وہ اس کی حرمت کے بھی قائل نہیں ہیں۔

تو اس کا جواب شرعی نصوص کی روشنی میں یہ ہے کہ:

اول: منشیات کی خرید وفروخت محض ایک (لین دین کا) معاملہ نہیں بلکہ اس سے بیش بہا نقصانات، متعدد بیماریاں، دینی واخلاقی تباہی اور معاشرے میں فحاشی وبے حیائی کو ہوا ملتی ہے، اور یہی چیزیں معاشرے کی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے شرعی اور عقلی دونوں لحاظ سے اس کی حرمت ضروری ٹھرتی ہے۔ پھر یہ کہ اس کے نقصانات اور برے اثرات محض کافر معاشرے تک محدود نہیں رہتے بلکہ مختلف ذرائع اور مختلف راستوں سے مسلمان شہروں اور ملکوں تک منتقل ہوتے ہیں جس سے مسلم معاشرہ بھی اس لاعلاج مرض میں مبتلا ہو سکتا ہے لہذا اس کے کاروبار کی کسی طرح نہ حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی کسی غیر مسلم سے اس طرح کا معاملہ اخلاقی دینی اور عقلی لحاظ سے جائز وروا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی اجازت دینا معاشرے میں شر وفساد کو ترویج دینے کے مترادف ہے۔

دوم: سنن أبي داوٗد میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: " **إِنَّ اللَّهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ۔**[1]

ترجمہ: بیشک اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کر دیتا ہے تو اس کی قیمت سے فائدہ اٹھانا بھی حرام فرما دیتا ہے۔

---

[1] سنن أبی داؤد وصححه الألباني في "صحيح الجامع(5107) "

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:" إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا [يعني : الخمر] حَرَّمَ بَيْعَهَا "۔ [1]

ترجمہ: یعنی جس نے اس (شراب) کے پینے کو حرام کیا ہے اسی نے اس کے بیچنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ : إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ " [2]

ترجمہ:" اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار سور اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کیا ہے"۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما حرَّم الله الانتفاعَ به ، فإنَّه يحرم بيعُه وأكلُ ثمنه ، كما جاء مصرحاً به في الراوية المتقدمة : (إنَّ الله إذا حرَّم شيئاً حرَّم ثمنه) ، وهذه كلمةٌ عامَّةٌ جامعة ، تَطَّرِدُ في كُلِّ ما كان المقصودُ من الانتفاع به حراماً. [3]

" اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے فائدہ اور نفع اٹھانے کو حرام قرار دیا ہے تو اس چیز کو بیچنا اور اس کی قیمت کھانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ گذشتہ روایت میں تصریح ہے کہ: اللہ تعالیٰ جس چیز کو حرام قرار دیں اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دے دیتے ہیں۔ تو یہ ایک عام اور جامع لفظ ہے اس کا اطلاق ہر اس چیز اور نفع پر ہو گا جس سے نفع اٹھانا (شرعا) حرام ہو"۔

---

[1] صحیح المسلم (1579)

[2] متفق علیه.

[3] جامع العلوم والحكم 415

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا يَحِلُّ بَيْعُ الْخَمْرِ، لا لِمُؤْمِنٍ، وَلا لِكَافِرٍ"[1]

ترجمہ: "نہ کسی مومن کو شراب کا بیچنا نہ جائز ہے نہ کافر کو"۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں رقمطراز ہیں: "فإن قيل : فهل تُجوِّزون للمسلم بيعَ الخمر والخنزير مِن الذمي لإعتقاد الذمي حلهما؟ قيل : لا يجوز ذلك ، وثمنُه حرام"[2]

" اگر یہ کہا جائے کہ " کیا آپ لوگ ایک مسلمان کو شراب اور خنزیر کسی ذمی (کافر) کو بیچنے کی اجازت دیتے ہو؟ کہ ذمی تو اس کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ: نہیں یہ کسی طرح جائز نہیں اور اس سے حاصل شدہ قیمت حرام ہو گی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بَيْعَ الْخَمْرِ بَاطِلٌ سَوَاءٌ بَاعَهَا مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ أَوْ تَبَايَعَهَا ذِمِّيَّانِ , أَوْ وَكَّلَ الْمُسْلِمُ ذِمِّيًّا فِي شِرَائِهَا لَهُ , فَكُلُّهُ بَاطِلٌ بِلَا خِلَافٍ عِنْدَنَا"

" شراب کا بیچنا بالکل باطل ہے چاہے اسے کافر بیچے یا ذمی۔ یا پھر دو ذمی آپس میں اس کی خرید و فروخت کریں۔ یا کوئی مسلمان کسی ذمی کو اس کی خریداری کی ذمہ داری سونپے یہ تمام معاملات ہمارے نزدیک باطل ہیں ان میں ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں۔

مملکت سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی سے شراب و دیگر منشیات کا مسلم یا غیر مسلموں کو فروخت کرنے کے حوالے سوال کیا گیا تو کمیٹی نے مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرمایا:

"لا يجوز المتاجرة فيما حرم الله من الأطعمة وغيرها ، كالخمور والخنزير ، ولو مع الكفرة ؛ لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال : (إن الله إذا حرم شيئا حرم ثمنه) ، ولأنه صلى الله عليه وسلم لعن الخمر وشاربها وبائعها

---

[1] المحلی :356/7

[2] زاد المعاد : 763/5

ومشتريها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها وعاصرها ومعتصرها" .[1]

" اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کھانے پینے وغیرہ کی چیزوں کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ شراب، خنزیر وغیرہ ہے چاہے یہ تجارت کافروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:" اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے اس کی قیمت بھی حرام کر دیتا ہے۔" اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے شراب پر اس کے پینے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے، کشید کرنے والے اور جس کیلئے کشید کی جائے تمام پر لعنت کی ہے

منشیات کے استعمال کے نقصانات:

1 دینی نقصانات

منشیات کے دینی نقصانات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کا استعمال انسان کے دینی معاملات کو کتنا متاثر کرتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ جب انسان کی عقل زائل ہو جائے، وقت ضائع ہو تو انسان کا جو سب سے زیادہ دینی رکن متاثر ہوتا ہے وہ نماز ہے۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس سے ہر وقت زبان کو تر رکھنے کا حکم ملا ہے۔

اسلام کی سنہری اور عظیم تعلیمات میں دینی اخوت اور بھائی چارے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اجتماعیت کو اختیار کرنے اور اختلاف ونزاع سے ڈرایا اور منع کیا گیا ہے۔ مگر نشئی لوگ اس عظیم رشتے کو توڑنے کا باعث بنتے ہیں۔ عداوتوں کدورتوں کا بیج بوتے ہیں، خاندان کے خاندان اجڑ جاتے ہیں۔ نشے کے انہی نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: {إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (91)}[2]

---

[1] "فتاوى اللجنة الدائمة" (49/13)

[2] المائدة: 91

ترجمہ : شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کہ ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔ سو اب بھی باز آجاؤ۔

نماز اور ذکر واذکار اور اخوت کا شیرازہ بکھرنے کے بعد ارکانِ اسلام میں سے دیگر فرائض بھی منشیات کے استعمال سے متاثر ہوتے ہیں۔ جن میں رمضان المبارک کے روزے بھی شامل ہیں۔ منشیات کے عادی شخص پر روزہ بہت گراں گذرتا ہے۔ اور اگر رکھ بھی لے تو نشے کی مطلوبہ مقدار مہیانہ ہونے کے باعث طبیعت میں بوجھ، ذہنی تناؤ، سر میں چکر الغرض حدِّث ولا حرج۔ عبادت کی لذت ختم اور رفتہ رفتہ روزے کو ترک کرنے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

حج اور زکاۃ بھی اسلام کے بہت عظیم ارکان ہیں۔ ان دونوں ارکان میں مال کا دخل ہے لہذا نشے کا عادی فرد اپنا تمام کا تمام مال نشے کی ضرورت پوری کرنے پر لگادیتا ہے جبکہ زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کی فکر ہی نہیں کرتا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مال کو صحیح راہ میں خرچ نہ کرنے پر اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف قراردیا ہے ۔ فرمایا: { وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ }[1] اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

2 صحت پر اس کے برے اثرات۔

نشہ آور اشیاء کا استعمال انسانی صحت پر کیا برے اثرات چھوڑتا ہے، تمام عالمِ انسانی اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ انسانی صحت کیلئے نشہ (چاہے وہ کسی قسم کا بھی ہو) ایک گھن کی حیثیت رکھتا ہے جو اسے اندر ہی اندر سے کھوکھلا کئے چلا جاتا ہے۔ حتی کہ ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ انسانی ڈھانچہ اندر سے کھوکھلا ہو کر زمین بوس ہو جاتا ہے۔

---

[1] البقرة: 195

نشے سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی فہرست ویسے تو بہت طویل ہے۔ لیکن ذیل میں ہم چند ان مہلک بیماریوں کا تذکرہ کریں گے جو انسان کیلئے ناسور کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا منطقی انجام انسان کی موت ہی ہوتا ہے۔

نشہ انسانی صحت کیلئے زہرِ ہلاہل ہے۔ اس کے عادی افراد معاشرے میں چلتی پھرتی لاش بن جاتے ہیں اور بالآخر موت کو گلے لگالیتے ہیں۔ نشہ کا عادی فرد دنیاومافیہا سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے، جلدی بیماریاں پھوڑے پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ قوتِ مدافعت رفتہ رفتہ جواب دیتی چلی جاتی ہے۔ اور انسان ٹی بی جیسی مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ نشے کے عادی فرد کی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، معاشی حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں۔ منشیات کی چند اقسام کا استعمال (بالخصوص چرس) انسان میں ہیجڑاپن، دیوثی اور بے غیرتی کا بیج بوتی ہے۔ مزاج میں بگاڑ اور بسیار خوری کا موجب ہے۔ بعض لوگ تو جنون کی حد تک جا پہنچتے ہیں۔

شیخ محمد سعید الشیبانی اور کتاب '' إصلاح المجتمع '' کے حوالے سے شیخ احمد آف قطر نے " قات " (یہ ایک نشہ آور پودہ ہے جس کی نوعیت وہی ہے جو ہمارے ہاں بھنگ کے پودے کی ہوتی ہے) کے مضرات میں سے مال ووقت اور صحت کی بربادی، نماز وغیرہ واجبات سے بے توجہی، دانتوں کی بیماری، بواسیر کی بیماری، دائمی قبض، کم خوری، ودی ٹپکنے کی بیماری، مادہ منویہ میں کمزوری، مرض گردہ، اور جسم میں دبلاپن، نیز معدے جگر اور دل کے امراض، ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور جنون ودیوانگی جیسے امراض کا تذکرہ بھی کیاہے۔[1]

نشے سے پیدا ہونے والی چند دیگر مہلک بیماریاں۔

① کینسر ② نظام انہضام میں خلل ③ ضیق تنفس ④ سل ⑤ تپ دق ⑥ تشنج

---

[1] موقف الإسلام من الخمر ص 160، 128

⑦ قلب کی شریانوں پر اثر جو کہ ہارٹ اٹیک پر منتج ہوتا ہے۔ ⑧ پھیپھڑوں اور گردوں کے دیگر مہلک امراض ⑨ مثانہ کے امراض ⑩ معدے کا السر وغیرہ

③ معاشرتی نقصانات

ایک فرد چونکہ معاشرے کی اکائی ہے، اس کی تباہی پورے معاشرے کی تباہی ہے۔
ایک فرد کے بگڑنے سے سارا خاندان اجڑ جاتا ہے۔ والدین نے اپنے بچوں کے جس روشن مستقبل کے خواب دیکھے ہوتے ہیں بری طرح بکھر جاتے ہیں۔ بہنیں ایک نشئی بھائی کی بہن کھلاتی ہیں۔ جن کے رشتے ہونے میں یہ بھائی بہت بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ بیوی بچے لا وارث اور بے رحم معاشرے کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ غرض اس لعنت میں ایک فرد گرفتار ہونے سے خاندان کا شیرازہ بری طرح بکھر جاتا ہے۔
منشیات سے تباہی کے باعث پوری سوسائٹی میں قابل اور حوصلہ مند افراد کا شدید فقدان ہوتا ہے۔ قومیں بحرانوں سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ اور بد قسمتی سے ہمارے ملک پاکستان میں مختلف منشیات اور تمباکو نوشی پر تباہ ہونے والی دولت ہمارے صحت اور تعلیم کے قومی بجٹ سے کئی گنا زیادہ ہے۔
الغرض اس لعنت سے افراد، خاندان اور معاشرہ بیک وقت متاثر ہوتے ہیں:
۱: نشے کے عادی افراد جرائم کی شرح بڑھانے کا مرکزی سبب ہیں۔ بلکہ وہ اپنی یہ خبیث ہوس پورا کرنے کیلئے ہر ایک پر اپنا ہاتھ اٹھاتے ہیں۔
۲: منشیات کے عادی افراد اہل خانہ کی کفالت کے بجائے اپنا تمام سرمایہ اپنی ہوس مٹانے کیلئے صرف کر دیتے ہیں۔
۳: طلاق کی کثرت اور بیشتر میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کا باعث نشہ بنتا ہے۔
۴: متعدی وبا سے دیگر اہل خانہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اور بچے اس رذیل عادت کے عادی ہو جاتے ہیں۔

۴: نشے کے عادی لوگ عزت فروخت کرنے کا باعث بنتے ہیں بہت سے لوگ اپنی محرمات کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنی عزت بیچیں اور ان کی ہوس کو پورا کریں۔

۵ :بغض عداوت لڑائی پیدا ہوتی ہے. إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء ۔

٦: رذیل عادات و خصلتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جھوٹ، بزدلی، اخلاقی جرائم۔

۷: نشے کے استعمال کی وجہ سے معاشرے میں ٹریفک حادثات میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

منشیات کے استعمال کا شرعی حکم۔

اسلامی اور شرعی نقطہ نگاہ سے یہ بات متفق علیہ ہے کہ تمام قسم کی نشہ آور اشیاء حشیش، افیون ،کوکین، مورفین وغیرہ کا استعمال کئی ایک وجوہات کی بنا پر حرام ہے۔

ا: شرعی دلائل:

پہلی وجہ: یہ اشیاء عقلِ انسانی میں فطور اور نشہ کا باعث بنتی ہیں اور جو چیزیں نشہ اور عقلی فطور کا باعث بنیں وہ شرعاً حرام ہیں۔

صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے : " کل مسکر خمر ، وکل مسکر حرام" [1] ۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں جو سے شراب بنائی جاتی ہے جس کو مزر کہا جاتا ہے اور شہد سے شراب تیار کی جاتی ہے جس کو بتع کہا جاتا ہے تو رسول

---

[1] صحیح المسلم 2003

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:" (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ) . "" ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبہ ارشاد فرماتے سنا آپ فرمارہے تھے "اما بعد: لوگو شراب کی حرمت نازل ہوچکی ہے، اور یہ شراب پانچ اشیاء یعنی انگور، کھجور، اور شہد، اور گندم، اور جو سے تیار ہوتی ہے، اور خمر (شراب) وہ ہے جو عقل میں فتور پیدا کردے "[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"نبی کریم صلی اللہ وسلم کے اس عمومی فرمان کہ: " ہر نشہ آور چیز حرام ہے" سے ہر نشہ آور چیز کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے، چاہے وہ شراب نہ بھی ہو، لہذا (اس فرمان) میں حشیش وغیرہ بھی شامل ہوگی۔ امام نووی وغیرہ رحمہ اللہ تعالی جزم ویقین سے کہتے ہیں کہ (حشیش) نشہ آور ہے، جبکہ بعض دیگر نے اسے مخدر یعنی بے سدھ کر دینے والی اشیاء میں شامل کیا ہے، جو کہ بہت بڑی بات ہے کیونکہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ شراب نوشی سے لڑکھڑاہٹ اور مدہوشی اور عادی پن کی صفت وغیرہ ہوتی ہے وہ اس سے بھی ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ نشہ آور نہیں تو سنن اَبی داؤد میں ہر مسکر (نشہ آور) اور مفتر چیز کی ممانعت کی روایت موجود ہے"۔ واللہ تعالی اعلم۔[3]

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : الْمُفْتِر كُلّ شَرَاب يُورِث الْفُتُور وَالرَّخْوَة فِي الأَعْضَاء وَالْخَدَرَ فِي الأَطْرَاف وَهُوَ مُقَدِّمَة السُّكْر , وَنَهَى عَنْ شُرْبه لِئَلا

---

[1] صحیح البخاری (4087)صحیح المسلم (1733)

[2] صحیح البخاری (4343) صحیح المسلم (3032)

[3] فتح الباري (45/10)

يَكُون ذَرِيعَةً إِلَى السُّكْر [1] .

" ہر وہ شراب (پینے کی چیز ہے) مفتر ہے جو اعضاء میں فتور اور ڈھیلا پن پیدا کر دے اور کنارے سن کر دے۔ اور یہ چیز نشہ کی ابتدا ہوتی ہے، اسے پینے کی ممانعت اس لیے ہے تا کہ یہ نشہ کا ذریعہ نہ بن جائے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ہر وہ چیز جو عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے چاہے اس سے نہ نشہ اور نہ مستی پیدا ہو، اور نہ ہی لڑکھڑاہٹ، کیونکہ عقل کو زائل کرنے والی چیز کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور بھنگ کا استعمال جس سے نہ نشہ ہو نہ ہی عقل میں فتور پیدا ہو اور نہ وہ عقل کے زوال کا باعث بنے تو اس میں تعزیر ہے۔ محققین فقہاء کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ یہ (یعنی حشیش اور بھنگ) نشہ آور ہے، اور فاجر قسم کے لوگ ہی اسے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں نشہ و مستی اور جھومنا پایا جاتا ہے، تو اس طرح یہ نشہ آور شراب کو اس میں جمع کرتی ہے، اور شراب نوشی مستی اور جھگڑا پیدا کرتی ہے، اور حشیش اور بھنگ تو عقل میں فتور اور لذت پیدا کرتی ہے، اور اس کے ساتھ اس میں مزاج و عقل میں فساد و خرابی اور شہوت کا دروازہ کھلتا ہے، اور دیوثیت بھی پیدا کرتی ہے جو اسے شراب سے بھی زیادہ گندی اور شریر بنا دیتی ہے، بلکہ اس کی ایجاد تو تاتاریوں کے آنے سے ہوئی ہے۔ اگر ایک مسلمان نشہ آور اشیاء کی حرمت کا معتقد ہے تو اس (یعنی حشیش اور بھنگ) کی کم یا زیادہ مقدار کے استعمال سے شراب کی حد ہی لگے گی جو کہ اسّی یا چالیس کوڑے ہے۔ [2]

اور السیاسۃ الشرعیۃ" میں لکھتے ہیں:

" انگور کے پتوں سے تیار کردہ بھنگ بھی حرام ہے، اسے نوش کرنے والے کو شراب نوشی کرنے والے کی طرح کوڑے مارے جائینگے، اور یہ شراب سے بھی زیادہ گندی ہے کہ یہ عقل

---

[1] نقلا عن موقع " الاسلام سؤال وجواب "

[2] الفتاویٰ الکبریٰ (3/ 423)

اور مزاج دونوں کو خراب کر دیتی ہے، حتی کہ مرد میں ہیجڑا پن اور دیوثیت پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک خرابیاں پیدا ہوتی ہیں [1] .

۲: شرعی قواعد کی روشنی میں:

منشیات کے استعمال میں بہت سے نقصانات اور عظیم مفاسد پائے جاتے ہیں جو کہ بسا اوقات شراب کے مفاسد و نقصانات سے بھی زیادہ ہوتے ہیں ۔ اس لئے آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:(لا ضرر ولا ضرار) " نہ کسی کو نقصان دو اور نہ نقصان اٹھاؤ۔" [2]

اسی حدیث کی روشنی میں اہلِ علم نے ایک فقہی قاعدہ وضع کیا ہے۔ جس کے تحت ان تمام فقہی فروعات کو مندرج کیا جاتا ہے جن میں کسی نہ کسی طرح سے نقصان کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر فقہاء اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس میں سکر (یعنی نشہ) ہو یا پھر اس میں نقصان کا پہلو غالب ہو۔

منشیات کے استعمال سے انسان کو ذاتی طور پر بھی نقصان ہوتا ہے، اور اس کے خاندان اور اولاد کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اور اس کے معاشرے اور امت کو بھی نقصان ہے۔

۱: ذاتی نقصانات۔ : انسانی جسم اور عقل پر گرانقدر اثر انداز ہوتی ہے۔ کیونکہ نشہ آور اور مستی والی چیز صحت اور اعصاب اور عقل و فکر اور مختلف دوسرے اعضاء اور نظام ہضم وغیرہ کو خراب اور ہلا کر رکھ دیتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک خرابیاں ہیں جو سارے بدن کو توڑ کر رکھ دیتی ہیں، بلکہ آدمی کے وقار اور انسانی عزت و کرامت کو ختم کر دیتی ہے، کیونکہ اس سے انسان کی شخصیت ہل کر رہ جاتی ہے، اور وہ استہزاء و مذاق کا نشانہ، اور مختلف قسم کے امراض کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے.

۲: خاندانی نقصانات۔ اور خاندانی نقصان یہ ہے کہ اس کی بیوی اور اولاد کو مختلف قسم کی

---

[1] السياسة الشرعية ص .(92)

[2] رواه أحمد وابن ماجه (2341) وصححه الألباني في صحيح ابن ماجه .

خرابیاں اور ضرر لاحق ہوتے ہیں، جس کی بنا پر گھر نا قابل برداشت جہنم سا بن کر رہ جاتا ہے، گھر میں تعصب وہیجان اور سب و شتم کا دور، اور طلاق اور حرام کلام، اور توڑ پھوڑ، اور بیوی بچوں کا خیال نہ کرنا، اور گھریلو اخراجات میں کوتاہی جیسے کام جنم لیتے ہیں، اور نشہ آور اور مست کر دینے والی اشیاء کے استعمال سے ایسی اولاد پیدا ہوتی ہے جو اپاہج اور عقلی طور پر ناقص رہ جاتی ہے۔

۳: معاشرتی نقصانات۔ اور معاشرتی نقصان یہ ہوتا ہے کہ بے انتہا مال اور دولت ضائع ہو جاتی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور مصلحت وضروریات اور اعمال معطل ہو کر رہ جاتے ہیں، اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، اور عمومی امانت کی ادائیگی میں خلل پیدا ہوتا ہے، چاہے وہ ملکی مصلحت ہو یا کمپنیوں یا کارخانوں یا افراد اور شخصی مصلحت .

اس کے علاوہ نشہ یا مستی اشخاص، اور اموال اور عزت کے خلاف جرائم کے ارتکاب کی طرف لے جاتا ہے، بلکہ مست کر دینے والی اشیاء کے نقصانات تو نشہ آور اشیاء سے بھی زیادہ خطرناک ہیں، کیونکہ مست کر دینے والی اشیاء تو اخلاقی قدر کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے"[1]

مذکورہ بالا قاعدے سے متفرع چند دیگر قواعد بھی منشیات کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک قواعد درجِ ذیل ہیں۔

☆ **الضرر يدفع بقدر الامكان** [2]

حتی الامکان نقصان کا ازالہ کرنا ضروری ہے

☆ **درء المفاسد أولى من جلب المصالح** [3]

مفاسد ونقصانات کا ازالہ مصالح وفوائد کے حصول سے بہتر ہے۔

---

[1] الفقه الاسلامی و أدلته از ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی (7 / 5511)

[2] القواعد الفقهية الكبرىٰ وماتفرع عنها ـ صالح السدلان ص 507

[3] أيضا

عز بن عبد السلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جب مصالح اور مفاسد دونوں جمع ہو جائیں تو اگر مصالح کا حصول اور مفاسد کا ازالہ ممکن ہو سکا تو ہم رب تعالیٰ کے اس فرمان (فاتقوا اللہ ماستطعتم "کے مطابق ایسا ہی کریں گے۔ اور اگر مفاسد کا ازالہ اور منافع کا حصول ممکن نہ ہو سکا تو دیکھیں گے کہ اگر مفسدت مصلحت پر غالب ہے تو اس صورت میں ہم مفسدت کا ازالہ کریں گے اور مصلحت کے ضیاع کی پرواہ نہیں کریں گے"۔[1]

اہل علم نے مذکورہ قاعدہ کے اساسی دلائل کے ضمن میں آیت الخمر (البقرۃ ۲۱۹) کو ذکر کیا ہے۔ اور باری جل وعلا کے اس فرمان: "وإثمهما أكبر من نفعهما" ” ان کا نقصان ان کے نفع سے زیادہ ہے“ میں بھی اسی جانب اشارہ ہے۔

☆ يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام [2]

عمومی نقصان کو روکنے کیلئے خصوصی نقصان برداشت کیا جائے گا۔

اس ضرر خاص سے مراد یہ کہ چند افراد کو منشیات کی تجارت سے جو مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان مفاسد کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو لوگوں کو اس کے نقصانات سے حاصل ہوتے ہیں۔

منشیات سے بچاؤ اور ان کی روک تھام شرعی تعلیمات کی روشنی میں:

اسلام نے منشیات جیسے معاشرتی جرائم کو مختلف انداز سے روکنے، انہیں جڑ سے ختم کرنے کی انتہائی منطقی تربیت دی ہے۔

1. اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی اور حساب کے دن سے ڈر، ایمان کی مضبوطی۔ یہی وہ سب سے بڑی قوت ہے جو برائی کی جانب بڑھتے ہوئے قدم روکتی ہے۔ یہی وہ ایمانی قوت ہے جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شراب گلیوں میں بہانے پر مجبور کیا تھا۔

---

[1] قواعد الأحكام فى مصالح الأنام ج 1 ص 98

[2] القواعد الفقهية الكبرىٰ وماتفرع عنها ۔ صالح السدلان ص 507

2 معاشرے میں نشہ پیدا کرنے والی تمام اشیاء کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور اس کے اسباب کو کلی طور پر ختم کرنے کی تعلیمات۔ جس میں سب سے نمایاں رہنمائی آپ ﷺ کے اس فرمانِ مبارک میں موجود ہے: شراب خود بھی ملعون ہے اس کا پینے والا بھی ملعون ہے پلانے والا بھی بیچنے والا بھی اور خریدنے والا بھی، کشید کرنے والا بھی اور جس کیلئے کشید کی جائے، اٹھانے والا بھی اور جس کیلئے اُٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا سب پر اللہ کی لعنت ہے۔[1]

لہذا اگر ہم نے اس معاشرے سے اس غلاظت کو ختم کرنا ہے تو ہر سطح پر اس کے تدارک کی کوشش کی جانی ضروری ہے۔ حکومتی اداروں مثلا: اینٹی نارکوٹکس فورس، کسٹمز، ایکسائز، آرمی، پولیس اور رینجرز کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پوست کی کاشت کے خاتمے، ہیروئن لیبارٹریوں کو تلف کرنے، منشیات کی ٹریفکنگ اور سمگلنگ کے قلع قمع کرنے میں کردار ادا کریں اور اس میں ملوث افراد کو عبرتناک سزائیں دی جائیں۔

اور لوگوں کو ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جائے میڈیا کے تمام پلیٹ فارمز، تعلیمی اداروں، انٹرنیٹ و دیگر پبلک پوائنٹس پر ان مہلک اشیاء کے خطرات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

3 **علاج**

منشیات کی روک تھام کا تیسرا طریقہ علاج کا ہے اور علاج بھی دو طرح کا ہے۔

ا: **جسمانی علاج:** جو افراد نشے میں ملوث ہو چکے ہیں ان کی مکمل طبی نگہداشت کی جائے اور انہیں اس بری خصلت سے نجات دلانے کی سعی کی جائے۔

۲ : **سزاؤں سے علاج۔**

سزا دو طرح کی ہے:

اخروی سزا: منشیات میں ملوث افراد کو باور کرایا جائے کہ آخرت کی سزا سب سے سخت

---

[1] أبوداؤد ، مستدرک حاکم ، صحیح الجامع للالبانی

سزا ہے۔ {وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ} [الرعد: 34] {وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى} [طه: 127] {وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ} [الزمر: 26] {وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى} [فصلت:16]

دنیا کی وقتی لذت پانے کیلئے آخرت کے دائمی عذاب کا سودا بہت گھاٹے کا سودا ہے۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ آخرت کی سزا سے بچنے کی کاوش کرے۔

دنیاوی سزائیں: دنیاوی سزائیں دو طرح کی ہیں:

۱: شریعت کی جانب سے متعین کردہ سزا جسے حد کہا جاتا ہے جس میں کمی زیادتی جائز نہیں۔

۲: تعزیری سزا جس میں قاضی اپنی صوابدید پر جرم کی نوعیت دیکھ کر سزا متعین کرتا ہے۔

تعزیری اور شرعی حد کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔

منشیات سے مخلوط دواؤں کے استعمال کا حکم:

اس مسئلہ میں اہل علم کے ہاں تفصیل پائی جاتی ہے۔ یہاں ہم مذکورہ مسئلہ میں صحیح ترین رائے اور ترجیح کی وجوہات ذکر کرتے ہیں۔

جو چیز نشہ آور ہے، اہل علم نے اس کا حکم خمر سے ملحق کیا ہے چاہے وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ " السياسة الشرعية "میں رقمطراز ہیں:

والصواب ما عليه جماهير المسلمين أن كل مسكر خمر يجلد شاربه ولو شرب منه قطرة واحدة لتداو أو غير تداو فإن النبي صلى الله عليه و سلم سئل عن الخمر يتداوى بها فقال : [إنها داء وليست بدواء وإن الله لم يجعل شفاء أمتي فيما حرم عليها][1]

جمہور مسلمانوں کی رائے کے مطابق ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ اس کے پینے والے پر کوڑوں کی سزا نافذ کی جائے گی چاہے وہ اس کا ایک قطرہ ہی کیوں نہ استعمال کرے۔ اور چاہے وہ دوائی کی

---

[1] السياسة الشرعية – (127)

شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں کے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے جب شراب سے متعلق پوچھا گیا کہ اس سے دوائی بنائی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا'' یہ تو بیماری ہے دوا نہیں، اللہ تعالیٰ نے میری امت پر حرام کردہ چیز میں شفا نہیں رکھی''۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فإنه وإن أثَّر في إزالتها، لكنه يُعْقِبُ سَقَماً أعظمَ منه في القلب بقوة الخُبث الذي فيه، فيكون المُدَاوَى به قد سعى في إزالة سُقْم البدن بسُقْم القلب.[1]

'' حرام کردہ چیز سے حاصل کردہ دوائی اگرچہ کسی بیماری سے شفا کا باعث بن بھی جائے تو اس سے پیدا ہونے والی خباثت کے سبب دل کے اندر ایسی بیماری پیدا ہو جاتی ہے جو اس شفا سے کہیں بڑھ کر نقصان دہ ہوتی ہے۔ لہذا (حرام چیز سے بنی دوائی) اس سے علاج کرنے کا مطلب یہی ہوا کہ انسان نے جسمانی بیماری دور کر کے دل کی بیماری کو گلے لگالیا۔

نیز جدید میڈیکل نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ منشیات خطرناک بیماریوں کا باعث بنتی ہیں۔ تو ایسی چیزیں جو خود ان بیماریوں کا سبب بنیں ان سے علاج کرنا کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔

بقول شاعر: **المُستجيرُ بعمروٍ عند كربته **** كالمستجير من الرمضاء بالنار**

" اپنی مشکل میں عمرو سے پناہ مانگنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی سخت گرمی میں آگ سے پناہ مانگے"۔

لہذا ایمان و تقویٰ کا تقاضا ہے کہ حرام اشیاء سے تیار کردہ ادویات سے اجتناب کیا جائے۔

واللہ اعلم

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

❋❋❋

---

[1] زاد المعاد في هدي خير العباد - (4 / 156)

حجیت حدیث

موسیقی اور دین فطرت

عثمان صفدر [1]

دینِ اسلام فطرت پر مبنی ہے، کیونکہ اس کو نازل کرنے والی ہستی ہی فطرت کی خالق ہے۔ جو اصول اور شرائع اللہ تعالی نے اس دین میں مقرر کئے ہیں وہ فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اسی لئے اس دینِ فطرت میں تمام وہ چیزیں حلال ہیں جو انسانوں کی فطرت وطبیعت کے لئے فائدہ مند ہوں اور ان کے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوں، اور ہر وہ چیز حرام ہے جو فطرتِ انسانی کے برخلاف اور مزاجِ بشر کے لئے نقصان دہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ رسول ﷺ اللہ جل جلالہ کی اجازت سے ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾[الأعراف:۱۵۷] "ایسی چیزوں کو حلال کرتے ہیں جو طیبات ہیں اور ایسی چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو خبائث ہیں"۔

"طیبات" سے مراد یہاں وہ چیزیں ہیں جو فطرت انسانی کے لئے نفع بخش ہوں، جو انسانی جسم و ذہن کے لئے مفید ہوں، اور "خبائث" سے مراد ایسی چیزیں ہیں جو فطرت سے متصادم ہوں اور انسان کے جسم و ذہن اور دین کے لئے نقصان دہ ہوں۔

موسیقی کے بارے میں یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ فطرت کے مطابق ہے، روح کی غذا ہے!، اور اللہ نے قرآن میں اسے حرام قرار نہیں دیا، اسے حرام قرار دینا تشدد پسندانہ ذہن کی عکاسی ہے، اور بے جا پابندی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان میں سے کچھ کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور کچھ کو اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے احادیث کی صورت میں جاری

[1] فاضل مدینہ یونیورسٹی، چیئرمین المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی۔

کروایا ہے، اور اللہ جلالہ نے نبی ﷺ کی اطاعت کو بھی اسی طرح لازم قرار دیا ہے جس طرح اپنی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾[النساء:٥٩] "اے ایمان والوں ! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو"۔اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا: ﴿ {وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴾[الأحزاب:٣٦]، "کسی مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کے لئے جائز نہیں کے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے پھر بھی وہ اپنے لئے اس معاملہ میں اختیار (باقی) سمجھیں، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تحقیق وہ دور کی گمراہی میں ہے"۔

موسیقی کے بارے میں یہ کہنا قطعاً جائز نہیں کہ اسے قرآن میں حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ ایک سے زائد آیات میں اس کی حرمت بیان ہوئی ہے، یہ ایک الگ بحث ہے کہ موسیقی کے نام کی صراحت نہیں کی گئی بلکہ اسے "لهو الحديث" اور "لغو" کہا گیا ہے، اور تمام مفسرین بشمول صحابہ کرام کے سب کا اتفاق ہے کہ ان آیات میں موسیقی ہی زیر بحث ہے۔

البتہ اس حرمت کی مزید تاکید بہت صراحت کے ساتھ احادیث مبارکہ میں کر دی گئی ہے، بعض احادیث میں اسے شیطانی آواز سے تعبیر کیا گیا اور بعض احادیث میں موسیقی سننے اور اسے جائز کہنے والوں کے لئے سخت ترین وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان احادیث کا بیان انشاء اللہ آگے کیا جائے گا۔

ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ اگر کسی چیز کا حرام و حلال ہونا قرآن میں مذکور ہی نہ ہو بلکہ صرف احادیث میں ہی بیان ہو تو بھی اسے تسلیم کرنا چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ "جو کچھ تمہیں رسول دے

اسے قبول کرلو، اور جس چیز سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ"۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ جل جلالہ ہی کی اطاعت ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے میری اطاعت کی تو دراصل اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی دراصل اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

موسیقی کا شرعی حکم:

موسیقی عموماً دو اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے۔

1. الفاظ: جو کہ رجزیہ صورت میں پڑھے جاتے ہیں، اور وہ اکثر اشعار و غزل پر مشتمل ہوتے ہیں۔

   ان کا حکم وہی ہے جو کہ اشعار کا ہے، یعنی اگر وہ فحش یا جذبات کو برانگیختہ کرنے والے کلمات پر مبنی نہ ہوں اور اس میں خلاف شرع کسی بات کا ذکر نہ ہو تو مباح ہیں، ان کے کہنے میں کوئی حرج نہیں، اگر انہیں ترنم اور نغمگی کے ساتھ بھی پڑھا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وہ فحش کلمات یا خلاف شرع الفاظ پر مشتمل ہو تو ان کا تلفظ اور ادائیگی حرام ہے۔

2. دھن: یعنی وہ آواز جو مختلف آلات کے ذریعہ پیدا کی جاتی ہے، جنہیں اردو میں "ساز" (musical instruments) اور عربی میں "معازف" کہتے ہیں۔

   ان سازوں کا استعمال شریعت اسلامی میں قطعاً حرام ہے، چاہے یہ ساز حقیقی صورت میں ہوں یعنی باقاعدہ کسی دھات جیسے لکڑی، لوہا وغیرہ سے بنائے گئے ہوں یا چاہے کمپیوٹر کے پروگرام کی صورت میں ہوں اور ان میں وہی آوازیں ڈالی گئی ہوں جو حقیقت میں ان سے بجائی جاتی ہوں، مختصر یہ کہ چاہے یہ آلات Hardware کی

---

[1] الحشر: 7

صورت میں ہوں یا Software کی صورت میں، ان کا استعمال حرام ہے۔

البتہ ایک ساز جسے عربی میں "دف" کہتے ہیں اور جو اگرچہ ڈھول کی صورت میں ہوتا ہے لیکن اس کا ایک ہی پیندا ہوتا ہے دونوں طرف نہیں ہوتا، بعض احادیث میں اس کے جواز کی صورت بیان ہوئی ہے لیکن چند شرائط کے ساتھ:

① اس دف پر چھنکار نہ لگی ہوئی ہو، یعنی ایسی جھالریں جن سے چھنکار کی آواز آتی ہے وہ دف پر نہ لگی ہو۔

② صرف خوشی کے موقع پر جیسے عید اور شادی بیاہ پر اس کا بجانا جائز ہے، عام حالات میں وہ بھی حرام ہے۔

③ صرف خواتین کے لئے اجازت ہے، مردوں کے لئے نہیں۔

اس کے تفصیلی دلائل انشاء اللہ آگے مذکور ہوں گے۔

اسی طرح ایسی آواز جو فطری ہو اس میں Editing کر کے استعمال کرنے میں حرج نہیں، مثلاً آبشار گرنے کی آواز، پتھر ٹکرانے کی آواز، آتش فشاں پھٹنے کی آواز، انسانی آواز کا سوز وغیرہ۔

موسیقی کی تحریم کے دلائل:

اگلی تمام سطور میں موسیقی سے ہماری مراد وہ دھن ہے جو سازوں کے ذریعہ بجائی جاتی ہے، چاہے اس کے ساتھ الفاظ ہوں چاہے نہ ہوں۔ موسیقی کی حرمت سب سے پہلے قرآن سے، پھر احادیث رسول ﷺ سے پھر اجماع امت سے ثابت کی جائے گی۔

❀ قرآن سے:

❶ {وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا}[1]

---

[1] [الإسراء: 64]

ترجمہ: " اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدہ کرتا رہ اور شیطان جو وعدہ ان سے کرتا ہے سب دھوکہ ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالی، شیطان سے مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمارہا ہے کہ تم جیسے مرضی چاہو میرے بندوں کو ورغلانے کی کوشش کرو، لیکن جو میرے حقیقی بندے ہیں وہ کبھی تمہارے ورغلانے میں نہیں آئیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے شیطان کے بہکانے کے مختلف طریقہ بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی آواز کے ذریعہ بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے۔

اس آواز کے بارے میں امام المفسرین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "(بصوتك) اپنی آواز کے ذریعہ سے مراد گانا اور تماشہ ہے، جیسا کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد ہر وہ بلاوا ہے جو اللہ کی نافرمانی کی طرف بلائے"۔[1]

اگر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو بھی اختیار کیا جائے تو بھی یہ آیت گانے کی حرمت پر دلیل ہے، کیونکہ گانا، موسیقی بھی اللہ تعالی کی نافرمانیوں میں سے ایک نافرمانی ہے۔

2 {وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ}[2]

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بے ہودہ حکایتیں خرید تا ہے تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزا کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا"۔

یہ آیت موسیقی کی حرمت کی سب سے واضح اور صریح دلیل ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے گمراہ کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر کیا ہے

---

[1] تفسیر ابن کثیر (5/93)

[2] [لقمان: 6]

اور اسے لھو الحدیث قرار دیا ہے۔ اردو میں "لھو الحدیث" بے مقصد بات اور بیہودہ حکایت کو کہا جاتا ہے۔ البتہ جمہور مفسرین بشمول صحابہ کرام سب کا اتفاق ہے کہ یہاں "لھو الحدیث" سے مراد موسیقی اور گانا بجانا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں "لھو الحدیث" کے بارے میں فرمایا: "اللہ کی قسم اس سے مراد گانا اور موسیقی ہے"۔ اور ایک موقعہ پر جب ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے تین دفعہ قسم اٹھا کر یہی بات دہرائی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتنے وثوق سے یہ بات کہنا اس چیز کی دلیل ہے کہ یقیناً انہوں نے لھو الحدیث کی یہ تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔ اور یہی قول دیگر صحابہ کا بھی ہے جن میں مفسر امت عبد اللہ بن عباس بھی شامل ہیں [1]، اور تابعین میں سے جتنے بھی مفسرین ہیں سب کا یہی قول ہے، جن میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، و دیگر شامل ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "پہلے اللہ تعالی نے خوش نصیبوں کا تذکرہ فرمایا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں، اور اس کے بعد اب اللہ تعالی ان بدبختوں کا ذکر فرما رہا ہے جو قرآن سن کر اس سے نفع حاصل کرنے کے بجائے، گانے اور موسیقی کے مختلف سازوں کو سننے میں غرق رہتے ہیں"۔ یہاں پر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "لھو الحدیث" سے مراد گانا اور موسیقی لی ہے۔ یہی قول دیگر مفسرین کا بھی ہے جن میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ [2]، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ [3]، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ [4]، اور امام سعدی رحمۃ اللہ علیہ [5] و دیگر شامل ہیں۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ گمراہیوں کے اسباب میں سے ایک سبب

---

[1] تفسیر القرطبی (14/ 51)
[2] تفسیر القرطبی (14/ 51)
[3] معالم التنزیل (6/ 284)
[4] فتح القدیر (5/483)
[5] تیسیر القرآن (1/ 646)

موسیقی بھی ہے جو کہ یقیناً حرام ہے۔

3 {أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (٥٩) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (٦٠) وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ}[1]

ترجمہ: "(اے منکرین خدا) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو۔ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ اور گا بجا کر انہیں ٹالتے ہو"۔

مذکورہ آیات میں لفظ "سَامِدُونَ" کے بارے میں مفسر امت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "سمد، یمنی زبان میں گانے بجانے کو کہتے ہیں، اور یہاں یہی مراد ہے"۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ تم اللہ تعالی کے کلام سے منہ پھیرتے ہو، اس کا مذاق اڑاتے ہو، اور گانے بجانے اور موسیقی میں مصروف ہو جو کہ تمہیں مزید اللہ کے کلام سے دور لے جاتا ہے۔

موسیقی کی حرمت کے دلائل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے:

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ قرآن میں موسیقی کی حرمت اشارتاً اور کنایتاً بیان ہوئی ہے، جس کی وضاحت مفسرین نے کی ہے، البتہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ موسیقی کی حرمت بیان کی گئی ہے اور موسیقی سننے والے اور اسے جائز کہنے والوں کے لئے بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

1 ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے بعض لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کرلیں گے، ان میں سے چند لوگ ایک بلند پہاڑی کے ساتھ قیام کریں گے، ان کے پاس ایک چرواہا اپنی ضرورت بیان کرنے آئے گا، یہ اس سے کہیں گے تم کل آنا، (لیکن) رات ہی میں اللہ تعالی ان پر وہ پہاڑ گرا دے گا، اور رات ہی رات میں انہیں ہلاک کر دے گا، اور

---

[1] [النجم: 59 - 61]

باقیوں کو بندر و خنزیر کی شکل میں مسخ کر دے گا"۔[1]

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور موسیقی کی حرمت پر سب سے بڑی اور صریح دلیل ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر موسیقی کو حرام قرار دیا ہے، اور اس کی حرمت اس حدیث میں تین طرح سے بیان کی گئی ہے:

① نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "بعض لوگ موسیقی کو حلال کرلیں گے"، اور حلال اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو حرام ہو۔

② موسیقی کو ان چیزوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جن کا حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، یعنی زنا اور شراب۔

③ نبی اکرم ﷺ نے موسیقی کو حلال کر لینے والوں پر اللہ کا عذاب نازل ہونے کی وعید سنائی ہے کہ ان میں سے بعض پر عمارت یا پہاڑ منہدم کر کے انہیں ہلاک کر دیا جائے گا، اور بعض کو بندر و خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا۔

2 انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دو آوازیں ایسی ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے، نعمت کے حصول کے وقت بانسری (موسیقی)، مصیبت کے وقت رونا پیٹنا"۔[2]

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ اس حدیث میں بانسری جو کہ موسیقی کے سازوں میں سے ایک ساز ہے، اس کی آواز کو ملعون قرار دیا گیا ہے، اور جس عمل کے بارے میں لعنت کے الفاظ نصوص حدیث میں مستعمل ہوں اسے کبیرہ گناہ شمار کیا جاتا ہے۔

3 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالی نے شراب، جوا، اور ڈھول (بجانے) کو حرام کیا ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔[3]

---

[1] صحیح بخاری (كتاب الأشربة , باب ما جاء فيمن يستحل الخمر..., 5588)
[2] كشف الأستار (795)، الأحاديث المختارة (1991)
[3] ابو داؤد (3696) مسند احمد (1/ 274) بیہقی (10 / 221)

اس حدیث میں بھی آلاتِ موسیقی میں سے ایک ساز کی حرمت بیان ہوئی ہے جو کہ دیگر سازوں کی حرمت پر دلیل ہے۔

علماءِ امت، خصوصاً ائمہ اربعہ کا اجماع:

تمام علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ موسیقی (ساز) حرام ہے، کسی بھی عالم نے موسیقی کے جواز کا فتوی نہیں دیا۔ قرون اولی (صحابہ و تابعین کا زمانہ) میں اس فعل کو انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، سب سے پہلے موسیقی کو جائز کہنے اور استعمال کرنے والے وہ صوفی حضرات ہیں جن کا مذہب وعبادت موسیقی سے جڑا ہے، جن پر اللہ تعالی کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے کہ: {وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً} [الأنفال:۳۵] ترجمہ:" اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے سوا کچھ نہ تھی"۔ البتہ صوفی حضرات بھی مطلقاً موسیقی کے جواز کے قائل نہ تھے تا آنکہ ابن حزم ظاہری نے سب سے پہلے موسیقی کے مطلقاً جواز کا فتوی دیا اور اس کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں موسیقی کی حرمت کے حوالہ سے وارد احادیث کو انتہائی تجاہل عارفانہ اور سنگین غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اور حدیث کے معروف اصولوں کو پامال کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا، اور بعد میں آنے والا ہر وہ شخص جس نے موسیقی کو جائز قرار دیا اس معاملہ میں اس نے ابن حزم ہی کی تقلید کی، جن میں دور حاضر میں یوسف قرضاوی، اور پاکستان سے جاوید غامدی کا نام نمایاں ہے۔ ابن حزم کی اس کتاب کا ہر دور میں علماء نے رد کیا اور بعض علماء نے خصوصاً رد کے حوالہ سے کتب بھی تحریر کیں جن میں ابن صلاح، امام ذہبی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، عصر حاضر کے علماء میں مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز، اور شیخ السلام ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہم کی جہود قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحریم آلات الطرب" اس موضوع پر انتہائی علمی و گراں قدر کتاب ہے جس میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ابن حزم کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور یہ

ثابت کیا ہے کہ موسیقی کی تحریم پر مبنی احادیث بالکل صحیح و صریح ہیں اور صحیح و حسن احادیث کی شرائط پر پوری اترتی ہیں۔

اس پوری تفصیل کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ علماءِ امت کا موسیقی کے حرام ہونے پر اجماع ہے جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں، جہاں تک بات ابن حزم کی ہے تو اکثر اہلِ اصول کے نزدیک ابن حزم کا اختلاف، اجماع میں کسی نقص کا باعث نہیں بنتا، کیونکہ کئی معاملات میں ان کی رائے شاذ ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماءِ اسلام میں سے بعض کے اقوال پیش خدمت ہیں:

1. ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: "موسیقی اور گانا شیطانی آلات ہیں"۔[1]
2. عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: "موسیقی انسان کے دل میں نفاق (اسلام سے دوری) کو بالکل اسی طرح پروان چڑھاتی ہے، جس طرح پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے"۔[2]
3. عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ: "موسیقی کی ابتداء شیطان سے ہے، اور اس کا انجام رحمان کی ناراضگی ہے"۔[3]
4. امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: احناف کا موسیقی کے حوالہ سب سے سخت موٴقف ہے، بعض روایات میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: "یہ گناہ اور فسق ہے، اور جو موسیقی سنے گا اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی"۔ جبکہ بعض روایات میں تو انتہائی سخت الفاظ منقول ہیں کہ: "موسیقی سننا حرام ہے، اور اسے سن کر لذت حاصل کرنا کفر ہے"۔[4]
5. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: آپ سے موسیقی کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: "ہمارے ہاں یہ کام

---

[1] صحیح بخاری (949)
[2] شعب الایمان (5100)
[3] اغاثۃ اللھفان (1/ 376)
[4] اغاثۃ اللھفان (1/ 425)

وہی کرتے ہیں جو فساق (عادی گناہ گار) ہیں۔ [1]

6 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: موسیقی انسان کے دل میں نفاق کا بیج بوتی ہے"۔ [2]

7 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: "ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ موسیقی حرام ہے، اور یہ صحیح بخاری ودیگر کتب کی احادیث میں بھی مروی ہے"۔ [3]

8 امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ: "موسیقی شیطان کا قرآن ہے"۔

موسیقی جائز ہے!

امت اسلامیہ میں بعض افراد ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث کے صریح دلائل سے دانستہ یا غیر دانستہ چشم پوشی اختیار کرتے ہوئے موسیقی کو جائز قرار دیا ہے۔

موسیقی کے جواز کے قائلین دو طرح کے ہیں:

1 اہل تصوف: جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ ابتداء میں صوفیوں کے ہاں سب سے پہلے موسیقی کو جائز سمجھا گیا اور مزید جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دین میں شامل کر لیا گیا، البتہ اسے صرف اپنی عبادات وریاضات ہی میں استعمال کیا گیا اور وہ بھی مخصوص ساز تھے جنہیں صوفیوں نے استعمال کیا۔

تصوف و اہل تصوف کی عادت کے مطابق موسیقی کے جواز کے لئے قرآن و حدیث سے استدلال کے بجائے اپنے ذوق اور پیروں مرشدوں کے اقوال ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اسی لئے ہم ان صوفیوں پر رد میں صفحات سیاہ کرنے کے بجائے اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ صوفیت ایک متوازی دین ہے جس کا حقیقت میں دین اسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں، اور چونکہ اہل تصوف شعور و استدلال کی صفات سے عاری ہیں لہذا ان سے دلائل وبراہین کی روشنی میں گفتگو ضیاعِ اوقات ہے، اور موسیقی کے حوالہ سے ان پر حجت قائم

---

[1] تفسير القرطبى (14 / 55)
[2] اغاثة اللهفان (1 / 351)
[3] مجموع الفتاوى (11 / 576)

کرنے کے لئے وہ آیات و احادیث ہی کافی ہیں جن کا بیان گزشتہ سطور میں کیا جا چکا ہے۔

2 ابن حزم اور ان کے مقلدین: امام ابن حزم ایک بلند پایہ عالم دین ہیں، جن کی قدر و منزلت میں کوئی شبہ نہیں، آپ کے قلم سے بڑی گراں قدر تصنیفات نے تخلیق پائی ہے، لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے "**لکل عالم زلة**" کہ ہر عالم دین کو کہیں نہ کہیں غلطی لگی ہے، تو ہم بھی امام ابن حزم کے بارے میں یہ حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ موسیقی کو جائز قرار دینے کا ان کا فتوی یقیناً ان کی اجتہادی غلطی ہے جو کہ نادانستہ طور پر ان سے صادر ہوئی، اصول حدیث میں بعض اصولوں کی معرفت میں کمی کے باعث وہ صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے گئے، لیکن ان کی حسن نیت اس بات سے عیاں ہے کہ موسیقی کے جواز کے حوالہ سے لکھی گئی اپنی کتاب میں انہوں نے کہا: "اگر اس حوالہ سے کوئی حدیث صحیح ہو تو میں ضرور اس پر عمل کروں گا"۔

البتہ حیرت تو ان افراد پر ہے کہ جنہوں نے علماءِ اسلام کی مسلسل وضاحتوں اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی کے عیاں ہو جانے کے بعد بھی ان کی تقلید کی، اور موسیقی کے جواز کا راگ الاپتے رہے۔ وہ خواہشِ نفسانی میں اس بری طرح جکڑے گئے کہ موسیقی کی حرمت کے حوالہ سے قرآن و احادیث کے واضح نصوص پر انتہائی بچگانہ اور کمزور اعتراض کئے کہ جسے ایک ادنی طالب علم بھی رد کر سکتا ہے، اور جواز کے لئے ایسے کمزور دلائل کا سہارا لیا جن کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں۔

بہر حال چونکہ یہ ایک علمی بحث ہے اس لئے ان کے دلائل و اعتراضات کو بیان کر کے ان کا جواب دینا ضروری ہے۔

موسیقی کو جائز قرار دینے والوں کے اعتراضات:

1 پہلا اعتراض:

قرآن میں موسیقی کو حرام قرار نہیں دیا گیا، سورہ لقمان میں فرمانِ الٰہی "لھو

الحدیث" سے مراد موسیقی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جسے لوگوں کو گمراہ کرنے کے مقصد سے استعمال کیا جائے چاہے وہ بذاتہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ اللہ تعالی نے یہ وضاحت کی ہے کہ "لیضل عن سبیل اللہ " کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرے، قرآن سے دور لے جائے، جیسے کوئی شخص لوگوں کو قرآن سے دور لے جانے کے لئے انہیں قصہ کہانیاں سنانا شروع کردے تاکہ وہ لوگ قرآن کو بھول جائیں۔

جواب:

اس اعتراض کے جواب میں دو باتیں بیان کرنا ضروری ہیں:

① قرآن کے معنی و مفہوم کی جو وضاحت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کرسکتے ہیں وہ کوئی اور بیان نہیں کرسکتا، کیونکہ انہوں نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا ہے، اسبابِ نزول سے واقفیت کا دعوی صحابہ سے بڑھ کر کوئی نہیں کرسکتا، قرآنی آیات کے مضمون و موضوع اور مقصد کی صحیح تعیین صحابہ کرام کے اقوال ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔تمام صحابہ کرام بشمول مفسرِ امت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں لھو الحدیث سے مراد موسیقی ہی لی ہے، جبکہ عبد اللہ بن مسعود نے تو اس پر تین دفعہ قسم اٹھائی ہے، اور یہ اصول ہے کہ تفسیر صحابی کا حکم مرفوع کا ہوتا ہے جب اس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، یعنی وہ حدیثِ رسول کا مقام رکھتی ہے، اور یہاں اجتہاد کی گنجائش اس لئے نہیں ہے کیونکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقط اپنے اجتہاد پر اعتماد کرتے ہوئے کسی تفسیر پر قسم نہیں اٹھاسکتے بلکہ یقیناً کسی نص کی روشنی میں ہی یہ تفسیر کی ہوگی اسی لئے اس پر قسم اٹھائی۔تو اس آیت میں لھو الحدیث سے مراد موسیقی کے تعین میں اختلاف ممکن نہیں جبکہ تمام مفسرین نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔

جہاں تک رہی یہ بات کہ اس آیت کی رو سے موسیقی اس وقت حرام ہوگی جب وہ لوگوں کو گمراہ کرنے لئے استعمال کی جائے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: "لیضل عن سبیل اللہ" لام کے پیش کے ساتھ اس کا معنی بنتا ہے "تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے"، تو اس کا جواب یہ ہے

کہ بعض قراءات میں اسے لام کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اس کا معنی ہو گا "تا کہ وہ گمراہ ہو" یعنی موسیقی بذاتہ اس کے لئے گمراہی کا باعث بن جاتی ہے، اور اگر اسے لام کے پیش کے ساتھ بھی پڑھا جائے تب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگوں کو گمراہ تو اس وقت ہی کرے گا جب وہ خود گمراہ ہو گا، یعنی موسیقی سے شغل و شغف کی وجہ سے وہ خود راہ راست سے ہٹ چکا ہو گا تو پھر دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے کر گمراہ کرے گا۔

② دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ قرآن میں موسیقی کی حرمت بیان نہیں ہوئی، تو یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا ہمارے لئے صرف قرآن ہی حجت ہے؟ کیا حدیث میں کسی چیز کے حرام ہونے کا بیان ہمارے لئے کافی نہیں؟، کتنی ہی چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت کا بیان قرآن میں نہیں آیا، مثلاً:

- مردوں پر ریشم کا حرام ہونا۔
- مردوں پر سونا حرام ہونا۔
- بیوی کی بھتیجی، بھانجی اور خالہ، پھوپھی کا شوہر پر حرام ہونا۔
- کچلیوں والے درندوں کا حرام ہونا۔
- پالتو گدھے کے گوشت کا حرام ہونا۔
- نوچنے والے، تیز دھار ناخنوں والے پرندوں کا حرام ہونا۔
- مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں درختوں اور پتوں کو توڑنے کی حرمت۔
- حالت احرام میں خوشبو لگانے، ناخن کاٹنے، اور سلا ہوا لباس پہننے کی حرمت۔

اور اس کے علاوہ کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں جن کی حرمت کا بیان قرآن میں بالکل بھی مذکور نہیں، نہ صراحتاً نہ اشارتاً، کیا ایسی چیزوں کو فقط اس لئے حلال کر لیا جائے کہ ان کی تحریم کا بیان قرآن میں نہیں ہے؟ موسیقی کو جائز کہنے والے اکثر حضرات باقی تمام مذکورہ چیزوں کو حرام ہی قرار دیتے ہیں تو وہاں یہ اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا کہ ان کی حرمت قرآن میں

بیان نہیں ہوئی ؟!، اس صورتحال پر رب ذوالجلال کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے کہ :
{أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ} [البقرة: 85] ترجمہ: " تو کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا کفر کرتے ہو"۔

انکار حدیث کے اس مظاہرہ کو دیکھ کر حدیث پر ہمارا ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس ناپاک جسارت کی خبر ہمیں اپنی ہی مبارک حدیث میں دیدی تھی، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "خبر دار! مجھے کتاب اللہ کے ساتھ اس کے مثل اور چیز بھی دی گئی ہے، عنقریب ایک شخص ایسا ہو گا جو تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو گا وہ کہے گا کہ تم کتاب اللہ ہی کو اپنے اوپر لازم کرلو، جو تمہیں اس میں حلال ملے بس اسی کو حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ملے بس اسی کو حرام سمجھو، خبر دار کہیں وہ تمہارے لئے گدھے کا گوشت اور کچلیوں والے درندے کا گوشت حلال نہ کر دے"۔ [1]

2 دوسرا اعتراض:

موسیقی کی تحریم کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں۔

جواب:

یہ وہ اعتراض ہے جس کی ابتداء ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، اور تمام ائمہ نے اس اعتراض کے حوالہ سے ابن حزم کی اصولی غلطیوں کو ہدف تنقید بنایا اور یہ ثابت کیا کہ حرمت موسیقی کے متعلق تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں، بلکہ کچھ احادیث صحیح ہیں، کچھ حسن درجہ کی ہیں اور کچھ ضعیف ہیں ۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث تو صحیح بخاری کی ہے جسے ضعیف قرار دینا سورج کو پھونکوں سے بجھانے کے مترادف ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے جن اصولوں کو بنیاد بنا کر صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، ان

---

[1] سنن ابوداؤد (4604)

اصولوں کے فہم و تطبیق میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی سنگین غلطیاں ہوئی ہیں ، جن کی نشاندہی فن حدیث میں راسخ علماء کرام نے اپنی کتب میں کی ہے۔

اس مضمون میں دلائل کے ضمن میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں ان میں سے ایک تو صحیح بخاری میں مذکور ہے ، باقی احادیث بھی صحیح اور حسن کے مابین ہیں، اس حوالہ سے اصولی مباحث میں مزید استفادہ کے لئے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "السماع" اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحریم آلات الطرب" کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اطاعت کا جذبہ ہو تو طالب حق کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ہی کافی ہے۔

موسیقی کے جواز کے دلائل اور ان کا تجزیہ:

موسیقی کے جواز کے لئے ویسے تو بڑے عجیب و غریب دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے ، اور خود کو روشن خیال ثابت کرتے ہوئے بڑے نرم خو انداز میں قرآن و حدیث کے نصوص سے اعراض کرتے ہوئے نرالی منطقیں سنا کر موسیقی کے جواز کا فتوی سنادیا جاتا ہے، ان تمام علمی و اصولی استدلال سے عاری دلائل پر تجزیہ ایک علمی بحث کی شان نہیں، البتہ ایک دو دلائل ایسے ہیں جن کا تجزیہ ضروری ہے کیونکہ ان میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیاد بنا کر موسیقی کے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

﴿ پہلی دلیل ﴾

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو میرے پاس دو بچیاں تھیں جو بعاث کا گانا گنگنا رہی تھیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر دراز ہوئے اور چہرہ مبارک ہماری طرف سے پھیر لیا، پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور مجھے ڈانٹا، اور کہنے لگے: "شیطانی آوازیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے"، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا: "ابو بکر! انہیں چھوڑدو، ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے، اور آج ہماری عید ہے"، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ عید الفطر کا دن تھا۔[1]

اس حدیث سے موسیقی کے جواز پر استدلال لیا جاتا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کو گانا گانے سے منع نہیں فرمایا، بلکہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو انہیں روکنے سے منع کر دیا۔

تجزیہ:

یہاں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

1. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو بچیاں تھی وہ کون تھیں؟ کیا وہ باقاعدہ گانا گانے والیاں تھیں؟۔

اس بات کا جواب ہمیں اسی حدیث میں مل جاتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "لیستا بمغنیتین"[2] کہ وہ دونوں باقاعدہ گانا گانے والیاں نہیں تھیں، بلکہ وہ تو عام بچیاں تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں تھیں۔

2. وہ بچیاں کون سا گانا گنگنار ہی تھیں؟، کیا وہ عشق و محبت کی داستانیں تھیں، کیا وہ صوفیانہ کلام تھا، یا وہ قوالی تھی جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سماعت فرمارہے تھے؟۔

اس بات کی وضاحت بھی حدیث ہی میں ہے کہ وہ بچیاں بعاث کے دن کا گانا گا رہی تھیں۔ بعاث کے دن سے مراد وہ دن ہے جب قبل از اسلام قبیلہ اوس و خزرج کے مابین خونریز جنگ لڑی گئی تھی، اس دن کے حوالہ سے کسی شاعر نے جوانمردی اور شجاعت کے حوالہ سے کچھ اشعار کہے تھے جنہیں یہ بچیاں گنگنار ہی تھیں۔

3. کیا وہ بچیاں گنگنانے کے ساتھ ساتھ کسی ساز سے دھن بھی بجار ہی تھیں؟۔

---

[1] صحیح البخاری (950،952)
[2] صحیح مسلم (892)

کسی بھی حدیث میں اشارتاً بھی یہ نہیں کہا گیا کہ وہ بچیاں کسی ساز کا بھی استعمال کر رہی تھیں، اور یقیناً ایسا ہو بھی نہیں سکتا، یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ نبی ﷺ کے سامنے موسیقی کی محفل لگی ہو اور آپ ﷺ اس محفل میں شریک ہوں، کسی کو منع بھی نہ کریں، اس محفل کی گلوکاراؤں میں سے ایک (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی محبوب زوجہ ہو، پھر کوئی شخص آکر ان گانے والیوں کو منع کرے اور آپ ﷺ اسے ہی منع کر دیں کہ انہیں مت روکو؟؟!، کیا سرورِ دو عالم، امام الانبیاء، سید الاتقیاء، نبی مصطفی، رسول مرتضی و مجتبی ﷺ کے بارے میں کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی سکتا ہے؟، لیکن اس حدیث کو موسیقی کے جواز پر دلیل بنانے والوں کا غالباً یہی گمان ہے۔

اس حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ وہ بچیاں بعاث کے دن کے حوالہ سے کہے گئے چند اشعار کو لہک کر اور ترنم کے ساتھ پڑھ رہی تھیں جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گانے سے تعبیر کیا، اور وہاں کسی موسیقی کا شائبہ تک نہیں تھا، اور چونکہ ان اشعار میں کوئی فحش یا خلاف اسلام بات نہیں تھی اس لئے نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر صرف الفاظ ہوں اور بغیر موسیقی کے پڑھے جائیں اور ان میں خلاف شرع کوئی بات نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

4. سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹتے ہوئے یہ کہا کہ "شیطانی آواز، نبی کی موجودگی میں؟" تو نبی ﷺ نے انہیں یہ نہیں کہا کہ یہ شیطانی آواز نہیں ہے، بلکہ صرف یہ فرمایا کہ "آج عید کا دن ہے"، اور اتنی اجازت بہر حال اسلام دیتا ہے کہ خوشی کے موقع پر لڑکیاں اکٹھی ہو کر اس طرح لہک کر کچھ اشعار پڑھ لیں، ہر موقع پر نہیں، کیونکہ عورتوں کا اس طرح اکٹھا ہو کر ترنم سے کچھ پڑھنا مردوں کے لئے فتنہ کا باعث بن سکتا ہے اور وہ چند اشعار حقیقتاً شیطانی آواز کا روپ دھار سکتے ہیں، لہذا اسلام نے صرف خوشی کے مواقع پر ہی اس طرح کی محافل کی اجازت دی ہے، اور

مذکورہ حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام:

اب اگر اس حدیث کا خلاصہ نکالا جائے تو ہمارے سامنے چار باتیں بالکل واضح ہیں:

① عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو بچیاں بیٹھی تھیں وہ عام لڑکیاں تھیں، باقاعدہ گانے والیاں نہیں تھیں۔

② وہ بچیاں کوئی عشقیہ گیت نہیں گا رہی تھیں، بلکہ شجاعت و بہادری پر مبنی چند اشعار پڑھ رہی تھیں۔

③ ان اشعار کے ساتھ کوئی ساز نہیں بجایا جا رہا تھا۔

④ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ لہک لہک کر اشعار پڑھنا شیطانی آواز نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ آج چونکہ عید کا دن ہے لہذا انہیں منع مت کرو۔

ان تمام وضاحتوں کے بعد ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں دو عام بچیوں کے شجاعت، جوانمردی اور اعلی اخلاق کے بیان پر مبنی اشعار پڑھنے کو آج کل فنِ موسیقی کی باقاعدہ تربیت لے کر گلوکار و گلوکارہ بن کر بدترین سازوں کے ساتھ عشقیہ و فحش گیت کو جذبات کو برانگیختہ کرنے والے انداز میں، مرد و زن کی مخلوط محافل میں رقص و سرور کے ساتھ گانے کے جواز کے لئے دلیل بنانا، مشرکین مکہ کا سود کو حلال کرنے کے لئے تجارت کو دلیل بنانے سے بھی بدتر استدلال ہے!۔

﴿دوسری دلیل﴾

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو موسی، تجھے آل داؤد کے سازوں میں سے ایک ساز دیا گیا ہے"۔[1]

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ داؤد علیہ السلام جو کہ جلیل القدر نبی ہیں انہیں اللہ تعالی کی

---

[1] صحیح بخاری (5048)

طرف سے زبور دی گئی تھی اور وہ اسے موسیقی کے مختلف سازوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اور پرندے اور پہاڑ بھی ان کی آواز سے وجد میں آجاتے تھے، اور نبی کریم ﷺ نے جب ابو موسی اشعری کی تلاوت کو سنا تو ان کی آواز کی خوبصورتی کو داوٗد علیہ السلام کے سازوں سے تشبیہ دی، تو جب داوٗد علیہ السلام کے لئے موسیقی جائز ہو سکتی ہے تو ہمارے لئے کیسے حرام ہو گئی؟۔

تجزیہ:

اس حدیث کے ذریعہ موسیقی کے جواز پر استدلال، کم ظرف جسارت اور خیانت علمی کا مظہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دلیل کے ذریعہ عوام کو تو گمراہ کیا جاسکتا ہے لیکن اگر کوئی صاحبِ علم اس سے استدلال کرے تو یقیناً اس کا یہ فعل بدنیتی اور بددیانتی پر محمول کیا جائے گا۔ اس حدیث کے تجزیہ میں دو باتیں بیان کرنا چاہوں گا:

1. حدیث کا معنی بیان کرنے میں عربی کے لفظ "مزمار" کا ترجمہ "ساز" کیا جاتا ہے، جبکہ یہ اس کا اصلی معنی نہیں ہے، اگرچہ بانسری کو بھی عربی میں "مزمار" کہتے ہیں لیکن اصل میں مزمار کا لفظ خوبصورت آواز کے لئے بولا جاتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مزمار خوبصورت آواز کو کہا جاتا ہے، اور اسی سے ایک ساز کا نام مزمار رکھا گیا ہے"۔[1] اور مزمار کا یہی معنی یہاں پر مقصود ہے نہ کہ ساز، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی خوبصورت تلاوت سن کر یہ بات ان سے کہی تھی، اور قرآن کی تلاوت کی آواز بانسری کی آواز سے کیسے مشابہ ہو سکتی ہے؟، جبکہ اسی حدیث کی بعض روایات میں اس معنی کی صراحت ہے، مسند ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر فرمایا: "یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ آل داوٗد کی آوازوں میں سے ایک آواز ہے"۔[2]

---

[1] تفسیر القرطبی (186/17)
[2] مسند ابی یعلی (1733)

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مزمار سے نبی ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز اتنی خوبصورت اور پر تاثیر ہے کہ اس پر داؤد علیہ السلام کی آواز کا گمان ہوتا ہے۔ لہذا کسی صاحب علم کا اس حدیث میں مزمار کا مطلب ساز بیان کرنا ایک سنگین خیانت علمی ہے، جو کسی صاحب زہد وورع کے لئے ہر گز بھی مناسب نہیں۔

2 بالفرض و محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس حدیث میں مزمار سے مراد ساز ہے، اور داؤد علیہ السلام زبور کو مختلف سازوں کے ذریعہ گایا کرتے تھے اور یہ بات موجودہ بائبل میں بھی لکھی ہوئی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا گذشتہ انبیاء کی شریعت ہمارے لئے دلیل بن سکتی ہے ؟۔

جواب یہ ہے کہ ہر گز نہیں، گذشتہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، ہمارے لئے کسی عمل کی دلیل وہی ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہے، اور کتنے ہی ایسے اعمال ہیں جو گزشتہ شریعتوں میں جائز تھے اور اسلام نے انہیں حرام قرار دیا، جیسا کہ بہن بھائی کا نکاح، غیر اللہ کو سجدہ کرنا، ایک وقت میں چار سے زیادہ نکاح کرنا وغیرہ، تو کیا گزشتہ شریعتوں کو دلیل بنا کر ان اعمال کو جائز کیا جاسکتا ہے ؟ اگر ان اعمال کو ہم جائز نہیں کہہ سکتے تو یقیناً موسیقی کو بھی ہم جائز نہیں کہہ سکتے۔

اختتامی کلمات:

- ☆ موسیقی حرام ہے، اسے اللہ تعالی نے یقیناً اسی لئے حرام قرار دیا کہ یہ ہماری فطرت کے لئے نقصان دہ ہے۔
- ☆ موسیقی روح کی غذا کیسے ہو سکتی ہے ؟ روح کی غذا تو قرآن ہے۔
- ☆ موسیقی ایک گناہ ہے، اس کا گانے والا بھی گناہ گار ہے اور اس کو سننے والا بھی۔
- ☆ موسیقی مسلمان کے دل میں نفاق کا بیج بوتی ہے اسے اسلام سے دور کرتی ہے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل حیاتِ مبارکہ میں نہ کبھی موسیقی سنی نہ کبھی اسے جائز کہا بلکہ اس کے برعکس اسے حرام قرار دیا۔

☆ اگر کوئی شخص کسی گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے تو اس کی توبہ کی امید کی جاسکتی ہے، لیکن جو شخص گناہ کو جائز سمجھ کر کرے یقیناً وہ بڑا مجرم ہے، اور یہ اصول ہے کہ اسلام کی کسی حرام کردہ چیز کو جانتے بوجھتے حلال کرنے والا اور حلال کو حرام کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

❁❁❁

انتقالِ پر ملال

گذشتہ دنوں سہ ماہی البیان کے چیف ایڈیٹر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ جہانِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔

إنا لله وإنا إليه راجعون.

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کی تمام کابینہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی والدہ کو غریقِ رحمت کرے۔ اور انہیں فردوس الأعلیٰ میں مقام نصیب فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور فرزندِ جلیل کو اپنی والدہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔

احکام ومسائل

شراب نوشی سے متعلق مختصر وجامع جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں

حافظ محمد سلیم حفظہ اللہ [1]

1 شراب کو خمر کیوں کہا جاتا ہے اس بارے میں درجِ ذیل حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے؟

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال خطب عمر على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إنه قد نزل تحريم الخمر وهي من خمسة أشياء العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل والخمر ما خامر العقل ۔۔الحدیث [2]

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:" شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد اور خمر وہ ہے جو عقل کو مدہوش کر دے"۔۔۔

2 شراب نوشی کا شرعاً کیا حکم ہے؟

اس سوال کا جواب درج ذیل نصوص سے واضح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ [3]

" اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر،

---

[1] مفتی المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر

[2] صحیح البخاری کتاب الأشربة، باب ماخامر العقل۔

[3] سورة مائدة: 90۔

یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو"۔
اس سلسلے میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ:

عن ابن عباس إن رجلا أهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم راوية خمر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل علمت أن الله قد حرمها قال لا فسار إنسانا فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم بم ساررته فقال أمرته ببيعها فقال إن الذي حرم شربها حرم بيعها قال ففتح المزادة حتى ذهب ما فيها۔[1]

"ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شراب کی ایک مشک ہدیہ کی تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ نے اسے حرام کر دیا ہے؟ تو اس نے کہا نہیں اور اس نے کسی دوسرے آدمی سے سرگوشی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تونے کس بارے میں سرگوشی کی؟، تو اس نے کہا کہ: میں نے اس سے شراب کے فروخت کرنے کے لئے کہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا اس نے اس کی بیع کو بھی حرام کیا ہے"، تو اس نے مشک کا منہ کھول دیا یہاں تک کہ جو کچھ اس میں تھا سارا بہہ گیا"۔

3 شراب کے تعلق سے کتنے لوگ گناہ کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں؟

اس سلسلے میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حدثنا علي بن محمد ومحمد بن إسمعيل قالا حدثنا وكيع حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز عن عبد الرحمن بن عبد الله الغافقي وأبي طعمة مولاهم أنهما سمعا ابن عمر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعنت الخمر على عشرة أوجه بعينها وعاصرها ومعتصرها وباعها ومبتاعها وحاملها

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب بيع الخمر: 4128۔

والمحمولة إليه وآكل ثمنها وشاربها وساقيها۔[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شراب میں دس جہت سے لعنت ہے۔ ایک تو خود شراب پر لعنت ہے اور شراب نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے اور جس کی خاطر اٹھائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے اور پینے والے پلانے والے سب پر لعنت ہے"۔

4 شراب نوشی کی دنیاوی سزا (حد)؟

عن أنس بن مالک أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي برجل قد شرب الخمر فجلده بجريدتين نحو أربعين قال وفعله أبو بكر فلما كان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن أخف الحدود ثمانين فأمر به عمر۔[2]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے انگور کی شراب پی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا۔ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا انہوں نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کم از کم حد اسی کوڑے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا حکم دیا"۔[3]

5 شراب نوشی کی اخروی سزا؟

شرابی کو آخرت میں جو سزا دی جائے گی اس بارے میں جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

عن جابر أن رجلا من جيشان وجيشان من اليمن قدم فسأل رسول الله

---

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الاشربة، باب لعنت الخمر على عشرة اوجه ح: 3380، 3381۔

[2] بلوغ المرام: 1239، بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

[3] اسکی تفصیلی بحث مستقل عنوان کی صورت میں آئندہ صفحات میں بیان ہو گی (انشاء اللہ)

صلى الله عليه وسلم عن شراب يشربونه بأرضهم من الذرة يقال له المزر فقال النبي صلى الله عليه وسلم أمسكر هو قال نعم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام إن الله عز وجل عهد لمن شرب المسكر أن يسقيه من طينة الخبال قالوا يا رسول الله وما طينة الخبال قال عرق أهل النار أو قال عصارة أهل النار۔

ایک آدمی (قبیلہ) جیشان کا حاضر ہوا اور جیشان (ملک) یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اس شراب کے متعلق کہ جو اس کے ملک میں لوگ پیتے ہیں اور وہ شراب جوار سے تیار ہوتی ہے اس کو مزر کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " جو شراب نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے، اور اللہ عزوجل نے یہ بات مقرر فرمادی ہے کہ جو شخص نشہ پیئے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ طینۃ الخبال پلائے گا"۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا ان کے جسم کی پیپ ہے۔

6 ہمیشہ شراب پینے والے کی مذمت میں وارد احادیث۔

اس بارے میں جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها لم يتب منها لم يشربها في الآخرة۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پی کر مر جائے اور وہ شخص ہمیشہ شراب پیتا ہو تو اس کو آخرت میں شراب نہیں ملے گی۔

7 شرابی سے کون کون سے گناہ سرزد ہوتے ہیں؟ اس بارے میں ایک سبق آموز واقعہ۔

اس بارے میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن عثمان رضي الله عنه يقول اجتنبوا الخمر فإنها أم الخبائث إنه كان

رجل ممن خلا قبلكم تعبد فعلقته امرأة غوية فأرسلت إليه جاريتها فقالت له إنا ندعوک للشهادة فانطلق مع جاريتها فطفقت كلما دخل بابا أغلقته دونه حتى أفضى إلى امرأة وضية عندها غلام وباطية خمر فقالت إني والله ما دعوتک للشهادة ولكن دعوتک لتقع علي أو تشرب من هذه الخمرة كأسا أو تقتل هذا الغلام قال فاسقيني من هذا الخمر كأسا فسقته كأسا قال زيدوني فلم يرم حتى وقع عليها وقتل النفس فاجتنبوا الخمر فإنها والله لا يجتمع الإيمان وإدمان الخمر إلا ليوشک أن يخرج أحدهما صاحبه۔

"بچو خمر سے (یعنی شراب سے)، وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے، اگلے دور میں ایک شخص تھا جو کہ عبادت میں مشغول رہتا تھا اس کو ایک زناکار عورت نے پھنسانا چاہا چنانچہ (سازش کر کے) اس کے پاس ایک باندی کو بھیجا اور اس سے کہلوایا کہ میں تجھ کو گواہی کے واسطے بلا رہی ہوں چنانچہ وہ شخص چل دیا۔ اس باندی نے مکان کے ہر ایک دروازہ کو جس وقت وہ اس کے اندر داخل ہوتا بند کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ (عبادت گزار شخص) ایک عورت کے پاس پہنچا جو کہ حسین و جمیل عورت تھی اور اس کے پاس ایک لڑکا تھا اور ایک شراب کا برتن تھا۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں نے تجھ کو شہادت کے واسطے نہیں بلایا لیکن اس واسطے بلایا ہے کہ تو مجھ سے ہم بستری کرے یا اس شراب کا ایک جام پی لے چنانچہ اس عورت نے اس شخص کو ایک گلاس شراب کا پلا دیا۔ اس شخص نے کہا مجھ کو اور (زیادہ شراب) دے (یہ بات شراب کے مزہ کی وجہ سے اس نے کہی) پھر وہ شخص وہاں سے نہیں ہٹا یہاں تک کہ اس عورت سے صحبت کی اور اس لڑکے کا خون کیا تو تم لوگ شراب سے بچو کیونکہ خدا کی قسم ایمان اور شراب کا ہمیشہ پینا دونوں ساتھ نہیں ہوتے، یہاں تک کہ ایک، دوسرے کو نکال دیتا ہے"۔ ایمان کے غلبہ کی برکت مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے تو شراب نوشی کی عادت چھوٹ جائے گی اور اگر شراب نہ چھوڑی تو ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

8 شرابی کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا شربِ خمر مسلمان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

اس سلسلے میں ابن دیلمی فرماتے ہیں کہ:

أن ابن الديلمي ركب يطلب عبد الله بن عمرو بن العاص قال ابن الديلمي فدخلت عليه فقلت هل سمعت يا عبد الله بن عمرو رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر شأن الخمر بشئ فقال نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يشرب الخمر رجل من أمتي فيقبل الله منه صلاة أربعين يوما۔

ابن الدیلمی سوار ہوئے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو تلاش کرنے کے واسطے، تو انہوں نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا: کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے متعلق سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "کوئی شخص اگر میری امت میں شراب نوشی کرے گا تو اللہ جل جلالہ اس کی چالیس روز نماز قبول نہیں کرے گا۔

اس کی مزید وضاحت کچھ اس طرح ہے:

قال مسروق من شرب الخمر فقد كفر وكفره أن ليس له صلاة۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس نے شراب پی وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کا کفر یہ ہے کہ اس کی نماز درست نہیں ہوتی"۔ یعنی چالیس دن تک اس کی نماز کا قبول نہ ہونا۔

9 کیا شراب پینا بت پرستی جیسا گناہ ہے؟

جی اس بارے میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت ہے:

عن أبي موسى رضي الله عنه أنه كان يقول ما أبالي شربت الخمر أو عبدت هذه السارية من دون الله عز وجل۔

ابو موسی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ: "میں پرواہ نہیں کرتا کہ شراب پیوں یا اللہ جل جلالہ کے

علاوہ اس ستون کی پوجا کروں۔ (مطلب یہ ہے کہ شراب پینا بت پرستی جیسا ہے)۔

10 شرابی کی توبہ کا حکم۔

اس سلسلے میں عبد اللہ بن دیلمی فرماتے ہیں کہ:

عن عبد الله بن الديلمي قال دخلت على عبد الله بن عمرو بن العاص وهو في حائط له بالطائف يقال له الوهط وهو مخاصر فتى من قريش يزن ذلك الفتى بشرب الخمر فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شرب الخمر شربة لم تقبل له توبة أربعين صباحا فإن تاب تاب الله عليه فإن عاد لم تقبل توبته أربعين صباحا فإن تاب تاب الله عليه فإن عاد كان حقا على الله أن يسقيه من طينة الخبال يوم القيامة اللفظ لعمرو۔

میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اس وقت اپنے باغ میں (علاقہ) طائف میں تھے جس کو وہط کہتے تھے اور قبیلہ قریش کے ایک جوان ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے ٹہل رہے تھے کہ جس پر کہ لوگ شراب پینے کا گمان کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی شراب کا ایک گھونٹ پیے گا تو اس کی چالیس دن تک کی نماز قبول نہ ہو گی پھر اگر وہ شخص توبہ کرے تو اس کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ معاف فرمادے گا پھر اگر وہ شخص شراب پیے تو اس کی چالیس دن کی توبہ قبول نہ ہو گی پھر اگر وہ شخص توبہ کرے تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو معاف فرمادے گا۔ پھر اگر شراب پیے تو چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ لیکن اگر اس کے بعد وہ شخص توبہ کرے تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو معاف فرمادے گا پھر اگر وہ شخص (دوبارہ) شراب پیے تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو لازمی طور سے دوزخیوں کی شراب پلائے گا۔ یعنی اہل جہنم کا پیپ اور گندگی۔

11 رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں کن چیزوں سے شراب بنائی جاتی تھی۔

سیدنا عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

عن عمر رضي الله عنه قال: نزل تحريم الخمر وهي من خمسة من العنب والتمر والعسل والحنطة والشعير والخمر ما خامر العقل۔[1]

لوگوں! شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے تیار کی جاتی ہے انگور، گیہوں، کھجور، شہد اور جو، شراب کی خاصیت یہ ہے کہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

12 مذکورہ اجناس کے علاوہ کی شراب کا حکم؟

اس سلسلے میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ:

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: کل مسکر خمر، وکل خمر حرام۔[2]

آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

13 انگور یا دیگر اجناس جو صرف شراب بنانے والا ہی خریدے اس کا کیا حکم ہے؟

اس بارے میں ابن طاؤس فرماتے ہیں اپنے والد طاؤس سے روایت کرتے ہوئے کہ وہ یہ فتوی دیا کرتے تھے:

أنه كان يكره أن يبيع الزبيب لمن يتخذه نبيذا۔

اس شخص کو جو شراب تیار کرتا ہو انگور فروخت کرنا مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ اس میں گناہ پر مدد ہے اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ایک دوسرے کی گناہ کی بات پر اور ظلم پر مدد مت کرو۔[3]

اس بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں جناب سعد رضی اللہ عنہ کا ایک ایمان افروز واقعہ نقل کیا ہے۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورةمائدة: 4343۔

[2] بلوغ المرام:1247، بحوالہ صحیح مسلم۔

[3] المائدة 1

امام نسائی نے اس واقعہ کو "كتاب الأشربة؛ الكراهية فی بيع العصير" میں اس طرح روایت کیاہے کہ جناب مصعب بن سعد فرماتے ہیں :

كان لسعد كروم وأعناب كثيرة وكان له فيها أمين فحملت عنبا كثيرا فكتب إليه إني أخاف على الأعناب الضيعة فإن رأيت أن أعصره عصرته فكتب إليه سعد إذا جاک كتابي هذا فاعتزل ضيعتي فوالله لا أتمنک على شي بعده أبدا فعزله عن ضيعته۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے باغ میں انگور بہت ہوتے تھے اور ان کی جانب سے باغ میں ایک شخص داروغہ تھا۔ ایک مرتبہ بہت زیادہ انگور لگے تو داروغہ (باغ کے نگران) نے حضرت سعد کو لکھا کہ مجھ کو اندیشہ ہے انگور کے ضائع ہونے کا تو اگر تم اجازت دو تو میں اس کا شربت نکال لوں۔ حضرت سعد نے تحریر فرمایا جس وقت میرا یہ خط تم کو پہنچے تو تم باغ چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! میں آج سے کسی بات پر تمہارا اعتبار نہیں کروں گا۔ پھر اس کو باغ سے معطل کر دیا۔ یعنی اس قسم کا مشورہ دینے وا؛ے کو بھی اچھا نہیں جانا جو گناہ میں داخل کر دے۔

14 کیا شراب میں شفا ہے؟

اس سلسلے میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

عن أم سلمة عن النبی ﷺ قال: ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم۔ [1] کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کردہ چیزوں میں شفا نہیں رکھی۔

15 کیا دوائی کے طور پر شراب کا استعمال جائز ہے؟

وائل حضرمی فرماتے ہیں طارق بن سوید نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ:

وعن وائل الحضرمی أن طارق بن سويد سأل النبی ﷺ عن الخمر يصنعها

[1] بلوغ المرام ص:379،ح:1250،بحوالہ بیہقی وابن حبان۔

للدواء؟ فقال: إنها ليست بدواء، ولكنها داء۔ [1]

کیا شراب کو دوائی کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ علاج تو نہیں ہے لیکن بیماری ضرور ہے۔

16 کیا شراب کا نام بدلنے سے اس کا حکم بدل جائے گا؟

شراب کا نام بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلتا۔ اس بارے میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير إسمها .** [2]

مذکورہ بالا سوال وجواب کو بغور پڑھنے سے کسی مسلمان پر اس کی شناعت وقباحت مخفی نہیں رہتی۔ جب ایک چیز اس قدر نجس اور ام الخبائث ہے اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے۔ پھر اگر یہ چیز معاشرے میں عام ہو جائے اس کے روک تھام کے بجائے اسے مزید فروغ دینے کے بارے میں پالیسیاں بنائی جائیں، حکام اعلیٰ بجائے اس کو ختم کرنے کے اس کے لائسنس جاری کریں اور اسے تحفّظ مہیا کریں، اس کے خلاف بولنے والوں کو دھمکیاں دی جائیں تو ایسے لوگ کس طرح فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں؟ کبھی نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ رب کریم ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور بقدرِ استطاعت دوسرے تک پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ

شراب کی تجارت

شراب جو مخدر العقل، مخرب الاخلاق اورام الخبائث ہے۔ اس کی حرمت پر واضح شرعی نصوص موجود ہیں اگر وہ نہ بھی ہو تو بھی قرآنِ مجید اور احادیث میں اس کے بارے

---

[1] بلوغ المرام ص:379، ح:1251، بحوالہ صحیح مسلم وسنن ابو داؤد۔

[2] سنن أبي داؤد كتاب الأشربة باب في الداذي

میں وارد الفاظ بھی اس کی تجارت کے حوالے سے حرمت کے پہلو کو نمایاں کرتے ہیں۔
جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱۹

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ آپ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجیئے حاجت سے زائد چیز، اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام صاف صاف تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے، تاکہ تم سوچ سمجھ سکو۔
یعنی لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔
اس مقام پر اسے بہت بڑا گناہ کہا گیا ہے، گناہ کا سودا، تو اہل ایمان کو کس طرح مفید ہو سکتا ہے؟ گناہ کی تجارت بھی تو گناہ ہی ہوگی جو اس کے منع کو مستلزم ہے۔
اس کے علاوہ مزید سورۂ مائدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰ [1]

یعنی شراب اور جوا، بت پرستی اور قسمت آزمانے کے تیر یہ سب پلید ہیں اور شیطانی کام ہیں۔
اس جگہ غور طلب جملہ آیت مبارکہ میں رجس: پلیدی، گندگی یہ لفظ شراب کی شناعت کے ساتھ ساتھ اس کے حکم کو بھی واضح کرتا ہے۔
پلیدی حرام ہے تو اس کی تجارت کیسے حلال ہوگی۔ اس کی شناعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ

---

[1] سورة مائدة: 90۔

رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا گیا کیا شراب میں شفا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوا تو نہیں بلکہ داء یعنی بیماری ہے اور بیماری کی تجارت یعنی مرض کو بیچنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

ایک موقعہ پر ابو طلحہ نے جب رسول اکرم ﷺ سے ان یتیم بچوں کو جو ان کی زیرِ کفالت تھے ان کے مال کے طور ان کے پاس کچی شراب آئی ہوئی تھی وہ چاہتے تھے کہ یتیم بچوں کا یہ مال ضائع نہ ہو جائے اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ: " اتخذ خلا " کیا ہم شراب کو سرکہ میں تبدیل کر سکتے ہیں تا کہ ان کی تجارت درست ہو جائے اور ان یتیموں کا مال ضائع ہونے سے بچ جائے؟۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع فرما کر اس چیز کو واضح کر دیا کہ شراب کا سرکہ بھی بنالیا جائے تو نہ سرکہ حلال ہو گا اور نہ ہی اس کی تجارت حلال ہو گی۔

مزید ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق سے دس افراد پر لعنت فرمائی۔ اس سلسلے میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حدثنا علي بن محمد ومحمد بن إسمعيل قالا حدثنا وكيع حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز عن عبد الرحمن بن عبد الله الغافقي وأبي طعمة مولاهم أنهما سمعا ابن عمر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعنت الخمر على عشرة أوجه بعينها وعاصرها ومعتصرها وباعها ومبتاعها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها وشاربها وساقيها۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " شراب میں دس جہت سے لعنت ہے۔ ایک تو خود شراب پر لعنت ہے اور شراب نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے اور جس کی خاطر اٹھائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے اور پینے والے پلانے والے سب پر لعنت ہے "۔

---

[1] سنن ابن ماجة، ابواب الاشربة، باب لعنت الخمر على عشرة اوجه ح: 3380، 3381۔

مندرجہ بالا روایت اوراس کے ترجمہ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اس کی تیاری کے لیے جتنے بھی مراحل ہیں اس میں شامل تمام افراد پر لعنت ہے تو وہ کمائی کس طرح حلال ہو گی، مثلاً شراب کے پلانے والے پر جو کہ ہوٹل میں بیرے کے فرائض انجام دے رہا ہے اس پر لعنت ہے، تو اس کی کمائی کس طرح حلال وجائز ہو گی؟، اسی طرح شراب کو نچوڑنے والا ایک محنت طلب عمل کر کے بھی لعنت کا مستحق ہے تو اس کی کمائی کس طرح حلال وجائز ہو گی؟۔ مزید بیچنے والا خریدنے والا اور کمائی کھانے والا یہ سب لعنت کا شکار ہیں۔ ان پر لعنت بھی وضاحۃ اس کی حرمت کی دلیل ہے۔ اس طرح دیگر افراد جو اس میں ملوث ہیں وہ بھی لعنت سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ تو ان کی کمائی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ انگور صرف اس فرد کے ہاتھ فروخت کرنا ناجائز سمجھتے تھے جو اسے شراب کے لیے خرید رہا ہے۔ **أنه كان يكره أن يبيع الزبيب لمن يتخذه نبيذا۔**"اس شخص کو جو شراب تیار کرتا ہو انگور فروخت کرنا مکروہ سمجھتے تھے"۔

حدیث میں شراب کو ام الخبائث بھی کہا گیا ہے۔ جو تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔ مثلاً زنا، قتل، جوا، عداوت، غنا، موسیقی اوراس قسم کے تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یعنی اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا یہ نہیں سوچ رہا ہوتا کہ میں کوئی گناہ کر رہا ہوں۔ جو اس قدر گناہوں کا دروازہ کھول دے اسکی تجارت کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔

نیز صحیح بخاری میں اس بارے میں واضح نص موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں:" کہ جب سورہ بقرہ کی آخر کی آیتیں سود کے باب میں اتریں تو نبی ﷺ نے لوگوں کو سُنادیں، اس کے بعد شراب کی سوداگری بھی حرام کی۔[1]

مزید صحیح مسلم کتاب البیوع میں یہ روایت بھی دلالت النص کے طور پر۔ اس سلسلے میں عبد

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قول اللہ تعالیٰ '' واحل اللہ البیع وحرم الربٰو -''

اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ: عن ابن عباس إن رجلا أهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم راوية خمر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل علمت أن الله قد حرمها قال لا فسار إنسانا فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم بم ساررته فقال أمرته ببيعها فقال إن الذي حرم شربها حرم بيعها قال ففتح المزادة حتى ذهب ما فيها۔[1]

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شراب کی ایک مشک ہدیہ کی تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ نے اسے حرام کر دیا ہے؟ تو اس نے کہا نہیں اور اس نے کسی دوسرے آدمی سے سرگوشی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا تو نے کس بارے میں سرگوشی کی تو اس نے کہا کہ میں نے اس سے شراب کے فروخت کرنے کے لئے کہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا اس نے اس کی بیع کو بھی حرام کیا ہے"، تو اس نے مشک کا منہ کھول دیا یہاں تک کہ جو کچھ اس میں تھا سارا بہہ گیا۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

❋❋❋

[1] صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب بيع الخمر: 4128۔

احکام و مسائل

شرعی پردے کی شرائط اور چہرے کے پردے کا حکم نصوصِ صحیحہ کی روشنی میں

الشیخ عمران فیصل [1]

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس دنیا کی بہترین نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت "نیک عورت" ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن الدنيا كلها متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة- [2] ترجمہ:"سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا پوری کی پوری مال و متاع ہے اور دنیا کی بہترین اور زیادہ نفع بخش شئ نیک عورت ہے"۔

اسی لئے ہر عورت کی یہ خواہش ہونی چاہئے کہ اسکا شمار ان عورتوں میں ہو جنہیں شریعتِ مطہرہ نے بہترین نعمت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ عورت جہاں ایک طرف باعثِ رحمت ہے وہاں دوسری طرف وہ باعث زحمت اور فتنہ بھی بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں جو فساد قائم ہے اسکی چند اہم وجوہات میں سے بنیادی وجہ "بری عورت" بھی ہے ، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: " **إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَفَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ". وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَشَّارٍ" لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ"-** [3]

ترجمہ:"سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے

---

[1] فاضل مدینہ یونیورسٹی مدیر رفاہی امور، المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی۔

[2] سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 1144

[3] صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2451

اعمال کرتے ہو دنیا سے بچو اور عورتوں سے بھی ڈرتے رہو کیونکہ بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں تھا"۔

یہی نہیں بلکہ اس دنیا کا پہلا قتل عورت ہی کی وجہ سے ہوا، یہی وجہ ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے آنکھوں کو چندھیا دینے والی رنگینیوں اور عورت کے فتنہ سے اپنی امّت کو خبردار کیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے عورت کو انتہائی نازک اور خوبصورت پیدا فرمانے کے بعد اس میں مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی رغبت [صلاحیت] رکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک طرف مذکورہ معنوں میں تخلیق فرمائی تو دوسری طرف اسے لباس عطا فرمایا اور اسکے ساتھ اسے کچھ ایسے احکامات دیئے اور انکی پابندی کرنے کا حکم دیا تاکہ معاشرے میں توازن قائم رہ سکے۔ اور جائز رشتوں کے سامنے یہ حسن کی نعمت ظاہر ہو اور غیر محرموں سے چھپی رہے اسی چیز کو "پردہ" کہا جاتا ہے۔

پردہ یا حجاب کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے جسے آیت حجاب بھی کہا جاتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں: ﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ [1]

ترجمہ: "جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو تمہارے اور ان کے دلوں کیلئے کامل پاکیزگی یہی ہے"۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے بلاواسطہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور بالواسطہ تمام مسلمان خواتین کو پردہ کا حکم دیا ہے۔

یہ وہ مبارک فریضہ ہے جس پر عمل کرنے سے عورت: "خیرمتاع الدنیا" میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی اسلامی معاشرے کی نظر میں عورت کو انتہائی احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے سنہرے دور یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں خواتین کیسا پردہ اپناتی تھیں اور اس شرعی پردے کی کیا شرائط اور کیا ضوابط ہیں جنہیں پردہ اختیار کرتے وقت ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے ہم اپنی اس تحریر میں انہیں شرائط وضوابط پر شرعی ادلہ کی رہنمائی میں روشنی ڈالیں گے تاکہ ہمارا معاشرہ پاکدامنی اور عفت وعصمت کا گہوارہ بن جائے اور خیر وبھلائی اس میں پنپنے لگے۔

---

[1] [الأحزاب: 53]

شرعی پردہ اختیار کرتے وقت جن ضروری شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ مندجہ ذیل ہیں:

پہلی شرط : حجاب (پردہ) ایسا اختیار کیا جائے جو کہ سارے بدن کو ڈھانپ لے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے (يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ)[1] ترجمہ: "وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا یا کریں"۔

وضاحت: "جلابیب" "جلباب" کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ "اِدناء" یعنی اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آتا جائے۔

تنبیہ: بعض علماء کی رائے ہے عورت پر چہرے کا پردہ افضل ہے مگر فرض نہیں ہے، قرآن کریم کی بعض آیات اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات پوری صراحت کے ساتھ مکمل پردے کا حکم دیتے نظر آتے ہیں اور اب تک جمہور اہل علم کی تصریحات کے مطابق ان کی نظر سے ایسی کوئی صریح یا صحیح دلیل نہیں گزری جس سے چہرے کے پردے کی فرضیت ثابت نہ ہوتی ہو۔ یا کوئی ایسی دلیل جس سے چہرے کے پردے کی فرضیت خاص یا منسوخ ثابت ہوتی ہو اور یہ صفحات اس اختلاف کے مکمل ذکر کے متحمل نہیں ہوسکتے البتہ چہرے کے پردے کی فرضیت کے بہت سے نصوص کتاب وسنت میں مذکور ہیں جن میں سے بعض کا ذکر یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔

چہرے کے پردے کی فرضیت کے دلائل۔

❶ پہلی دلیل:

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات فإذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها فإذا جاوزونا كشفناه۔[2]

ترجمہ: "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (دورانِ حج وعمرہ) سوار ہمارے سامنے سے

---

[1] [الأحزاب: 59]

[2] سنن ابوداؤد حدیث 69

گذرتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتیں پس جب سوار ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنے منہ پر نقاب ڈال لیتیں (اس طرح کہ کپڑا منہ سے الگ رہتا) اور جب وہ گذر جاتے تو ہم پھر منہ کھول لیتیں"۔

استدلال: یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ایسی صحابیات کے بارے میں ہے جو حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریضہ حج ادا کر رہیں تھیں، اور حدیث مبارکہ صراحت سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل میں عورت کا اجنبی [نامحرم] مردوں سے چہرے کا چھپانا واجب ہے، اور حالتِ احرام میں چہرے کا کھولنا واجب ہے، اب اگر حالتِ احرام میں نامحرموں سے سامنا ہو جائے تو اصل پر عمل کرتے ہوئے چہرہ چھپالے گی، اور اگر کسی اجنبی سے سامنے کا اندیشہ نہیں ہے تو چہرہ کھولے رہے جیسا کہ حالتِ احرام میں اس پر واجب ہے، اب یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب احرام کی حالت میں چہرے کا نہ چھپانا ضروری ہے جس کی نصوصِ شرعیہ میں صراحت ہے مگر اس حکم کے باوجود جب صحابیات نے غیر محرموں سے حالتِ احرام میں اپنے چہرے چھپائے تو یہ واضح دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے اگر محض اولی اور افضل ہوتا ہوتا تو ایک اولیٰ اور افضل چیز کیلئے ایک واجب کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے لہذا یہ دلیل چہرے کے حجاب کی انتہائی واضح دلیل ہے۔

2 دوسری دلیل:

عن عاشة رضي الله عنها أنها قالت يرحم الله نساء المهاجرات الأُول لما أنزل الله وليضربن بخمرهن على جيوبهن شققن مروطهن فاختمرن بها۔[1]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالی اوّلین مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾[2] تو انہوں نے اپنی موٹی چادروں کو پھاڑ کر ان سے دوپٹے بنالیے۔

[1] سنن ابوداؤد حدیث 701

[2] [النور: 31]

استدلال: ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فاختمرن" یعنی اپنے چہرے ڈھانپ لئے۔[1]

اس صریح اور صحیح حدیث میں مذکور صحابیات رضی اللہ عنہن نے اللہ سبحانہ وتعالی کے فرمان ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ سے یہی سمجھا اور اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان سے اپنے چہرے ڈھانپ لئے۔[2]

3 تیسری دلیل:

واقعہ افک میں وارد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں فرماتی ہیں کہ: وكان صفوان بن المعطل السلمي ثم الذكواني من ورائ الجيش فأدلج فأصبح عند منزلي فرأى سواد إنسان نائم فأتاني فعرفني حين رآني وكان رآني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني فخمرت وجهي بجلبابي۔[3]

ترجمہ: "اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جو بعد کو ذکوانی کے نام سے مشہور ہوئے وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ گری پڑی چیزیں اٹھاتے ہوئے آئیں وہ صبح کو جب قریب پہنچے تو مجھے سوتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ وہ پردہ کے نزول سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ اس نے زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا۔

استدلال: حدیث صراحت کے ساتھ اس موقف پر دلالت کرتی ہے کہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نامحرم کے سامنے اپنے چہرے کو چھپالیا۔

4 چوتھی دلیل:

عن عائشة قالت كان أفلح أخو أبي القيس يستأذن علي وهو عمي من الرضاعة فأبيت أن آذن له حتى جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته فقال إئذني له فإنه عمك قالت عائشة وذلک بعد أن نزل الحجاب.[4]

---

[1] فتح الباری: 8/ 290

[2] اضواءالبیان: 6/595،594

[3] صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1310

[4] سنن نسائی حدیث 1228 صحیح البخاری حدیث 1911

ترجمہ :" اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:" سیدنا ابو قیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے جو میرے دودھ شریک چچا تھے میرے یہاں آنے کی اجازت حاصل کی تو میں نے ان کو گھر میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تم ان کو اجازت دے دو"۔ اس لیے کہ وہ تمہارے چچا ہیں (اگرچہ دودھ شریک ہی سہی) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ پردہ سے متعلق حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے"۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل چہرے سمیت مکمل پردے پر دلالت کرتا ہے[1]، اور اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فہم پردہ کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالی کے احکام نازل ہونے کے بعد کا ہے۔

5 پانچویں دلیل:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ : **كن نساء المؤمنات يشهدن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ينقلبن إلى بيوتهن حين يقضين الصلاة لا يعرفهن أحد من الغلس۔**[2]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ:" ہم مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ فجر کی نماز میں اپنی چادروں میں لپٹ کر حاضر ہوتی تھیں جب نماز ختم کر چکتیں اور اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر جاتیں تو کوئی شخص اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچان نہ سکتا تھا"۔

استدلال: کوئی شخص اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچان نہ پاتا کیونکہ صحابیات رضی اللہ عنہن چہرے سمیت باپردہ ہوتیں تھیں۔

6 چھٹی دلیل:

عن أم عطية رضی اللہ عنہا قالت أمرنا أن نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم ويعتزل الحيض عن مصلاهن قالت امرأة يا رسول

---

[1] فتح الباری 152/9

[2] صحیح البخاری حدیث 549

الله إحدانا ليس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها۔[1]

ترجمہ: "سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ عید کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتیں باہر جائیں، تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں شریک ہوں، اور حائضہ عورتیں نماز سے علیحدہ رہیں، ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس دوپٹہ نہیں ہوتا، (وہ کیا کرے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کے ساتھ والی کو چاہیئے کہ اپنا دوپٹہ اسے اڑھادے"۔

استدلال: یہ مبارک حدیث بھی اسی موقف پر دلیل ہے کہ خواتین جب بھی گھروں سے نکلیں تو چہرے سمیت مکمل اعضاء کو ڈھانپے رکھیں کیونکہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اسی طرح نامحرموں سے پردہ کرتی تھیں۔

7 ساتویں دلیل:

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة فقالت أم سلمة فكيف يصنعن النساء بذيولهن قال يرخين شبرا فقالت إذا تنكشف أقدامهن قال فيرخينه ذراعا لا يزدن عليه ۔ قال الترمذي هذا حديث حسن صحيح۔[2]

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص تکبر سے کپڑا گھسیٹ کر چلے اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا"، سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک بالشت لٹکا کر رکھیں، انہوں نے عرض کیا: اس صورت میں ان کے قدم کھل جائیں گے!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر ایک ہاتھ تک لٹکا سکتی ہیں اس سے زیادہ نہیں"۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں عورتوں کو کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں زیادہ پردہ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری حدیث 342

[2] جامع ترمذی حدیث 1784

یہ حدیث دو طرح سے مکمل پردے پر دلالت کرتی ہے:

- نامحرم کے سامنے عورت مکمل پردہ میں رہنے کی چیز ہے کیونکہ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کے تکبر سے کپڑا گھسیٹ کر چلنے سے خواتین کو مستثنی قرار دیا ہے۔
- اگر پیروں کا چھپانا واجب ہے تو چہرے کا چھپانا بالاولی واجب ہوا۔

8 آٹھویں دلیل:

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان". قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب۔[1]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے کیونکہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے بہکانے کے لیے موقع تلاش کرتا رہتا ہے (ابو عیسی یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے)۔

استدلال: یہ حدیث بھی اسی موقف کی دلیل ہے کہ خواتین جب بھی گھروں سے نکلیں تو چہرے سمیت مکمل اعضاء کو چھپالیں کیونکہ عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے۔

9 نویں دلیل:

عن عقبة بن عامر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إياكم والدخول على النساء فقال رجل من الأنصار يا رسول الله أفرأيت الحمو قال الحمو الموت۔[2]

ترجمہ: جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے پاس (تنہائی میں) جانے سے پرہیز کرو، ایک انصاری صحابی نے کہا کہ: دیور کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیور تو موت ہے" (یعنی اس سے زیادہ بچنا چاہئے)۔

استدلال: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے بھائی کو موت سے تشبیہ دی ہے جو کہ انتہائی شدید تحذیر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے پردہ کیسے ہو سکتا ہے؟،

---

[1] جامع ترمذی حدیث 1172

[2] صحیح البخاری حدیث 216

تو اس حوالے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان تمام مسلمان خواتین کے لئے یہ ہے کہ ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ [1] ترجمہ: کوئی چیز طلب کرو تو تم پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔

دسویں دلیل:

وہ احادیث جن میں نکاح کرنے والے کو اپنی ہونے والی منگیتر کو دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس معنی میں بہت سے صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں لیکن ہم صرف حدیث جابر پر اکتفاء کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل قال فخطبت جارية فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها وتزوجها فتزوجتها۔ [2]

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہو اس کو دیکھ لے اس کے بعد نکاح کرے"۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز پائی جو نکاح پر رغبت کا سبب بنی پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا"۔

استدلال: ظاہری طور پر یہ حدیث ہمارے نقطہ نظر پر اس طرح سے دلالت کرتی ہے کہ رخصت کی ضرورت تب ہی پیش آئے گی جب اصل یہ ہو کہ عورتیں مردوں سے مکمل ستر وحجاب رکھیں۔

اس قسم کی بہت سی احادیث ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے عہدِ نبوی میں جو حجاب رائج تھا اسمیں چہرے کا چھپانا بھی شامل تھا اور آیتِ حجاب نازل ہونے کہ بعد امہات المومنین اور تمام صحابیات رضی اللہ عنہن کا یہی معمول تھا۔ اور یہ ایک عام فہم بات ہے کی چہرہ ہی انسانی خوبصورتی کا اصل مظہر ہے کسی بھی مرد و عورت کی خوبصورتی کا اندازہ اسکے چہرے ہی سے لگایا جا سکتا ہے، اسی لیے یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ چہرے کو بھی پردے کے حکم میں شامل کیا جائے۔

---

[1] [الأحزاب: 53]

[2] سنن ابوداؤد , حديث 314

﴿پردے کی دوسری شرط﴾ : حجاب موٹا اور دبیز ہو: کیونکہ حجاب کا مقصد ہے ستر، یعنی ڈھانپ لینا لہذا حجاب والا کپڑا اتنا رقیق و باریک نہ ہو کہ جس سے عورت کی زیب وزینت ظاہر ہو اور کپڑے کے نیچے سے اس کا جسم نمایاں ہو۔

اس سلسلہ میں سب سے واضح دلیل یہ حدیث نبوی ﷺ ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاء كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا"۔**[1]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے کہ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہیں وہ سیدھے راستے سے بہکانے والی اور خود بھی بھٹکی ہوئی ہیں اس عورتوں کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہیں وہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پاسکیں گی جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے"۔

اور دوسری حدیث میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : **"أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔**[2]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ (عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں تو ان کے اوپر باریک کپڑے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا۔

﴿تیسری شرط﴾ : حجاب فی نفسہٖ زینت نہ ہو یا ایسے پرکشش رنگوں والا اور چمک دار مزین

[1] صحیح مسلم حدیث 1085
[2] سنن ابوداؤد حدیث 703

ومزخرف نہ ہو جو نظروں کو اپنی طرف مائل کرے۔ فرمانِ باری تعالی ہے۔ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [1]

ترجمہ:" اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے ،یعنی جو بغیر کسی عمد وقصد کے ظاہر ہو۔اور اگر پھر بھی مزین ومرکش کپڑا پہنا گیا جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلے تو اس سے قرآنِ کریم کا مقصد ادا نہیں ہوا"۔

﴿**چوتھی شرط**﴾ : وہ کپڑا یا لباس جسے پردہ کے طور پر استعمال کیا جائے کشادہ ہو تنگ نہ ہو۔شرعی پردہ کے لئے اہل علم نے ایک یہ بھی شرط رکھی ہے کہ وہ لباس جسم پر ڈھیلاڈھالا ہو، جسم پر ایسا تنگ نہ ہو جس سے جسم کے خدوخال ظاہر ہوں، اور ستر کے اعضاء نمایاں ہو جائیں۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو قبطی کپڑے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بطور ہدیہ بھیجے تھے تو ان میں سے ایک موٹی چادر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھی عنایت فرمائی جسے میں نے اپنی بیوی کو پہننے کیلئے دے دیا، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا جو چادر میں نے تمہیں دی تھی اسے تم نے استعمال کیوں نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اسے میں نے اپنی بیوی کو دے دیا، آپ نے فرمایا:"**مرهافلتجعل تحتها غلالة فإني أخاف أن تصف حجم عظامها**"اسے کہہ دو کہ اسکے نیچے کوئی استر لگالے، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سے اسکے جسم کی ساخت ظاہر ہو گی۔[2]

وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کپڑے سے جسم کی ساخت اور اسکا اتار چڑھاؤ ظاہر ہو وہ عورت کے لئے جائز نہیں چنانچہ ایسے لباس کو پردے کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں۔

﴿**پانچویں شرط**﴾ : وہ لباس جسے پردہ کے طور پر استعمال کیا جائے وہ خشبودار اور معطر نہ ہو۔کیونکہ بعض خشبوئیں انسانی جذبات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں چنانچہ اسی لئے شریعت نے عورتوں کو خوشبو استعمال کرکے باہر جانے سے منع کیا ہے۔اسی بنیاد پر علماء نے شرعی پردہ کی شرائط میں یہ اہم شرط رکھی ہے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **عَنْ اَبِی مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه**

---

[1] [النور: 31]

[2] مسند احمد207/5۔

وَسَلَّمَ كُلُّ عَينٍ زَانِية وَاِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فهي كَذَاوَكَذَا يعْنِى زَانِية. [1]

ترجمہ: "سیدنا ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر آنکھ زنا کرنے والی ہے (جب کہ وہ کسی غیر عورت کی طرف بری نظر سے دیکھے کیونکہ اجنبی عورت کی طرف بری نظر سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے) اور جو عورت خوشبو لگا کر (مردوں کی) مجلس سے گزرے (اور چاہے کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں تو وہ ایسی ہے ایسی ہے یعنی زانیہ ہے"۔ [2]

تشریح: جس عورت نے خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس میں اپنے آپ کو جلوہ گاہ بنایا تو وہ زانیہ ہے کیونکہ اس نے خوشبو لگا کر غیر مردوں کو اس بات کی رغبت دلائی کہ وہ اس کی طرف دیکھیں اور جب انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہوئے اور چونکہ یہ عورت اس فتنے کا خود باعث بنی ہے اس لیے گویا اسی نے زنا کے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

﴿چھٹی شرط﴾ : عورت کے پردے والا اور عام لباس بھی مردوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو۔ حجابِ شرعی کے سلسلہ علماء نے ایک یہ بھی شرط رکھی ہے عورتوں کا لباس وحجاب مردوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو: **عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء۔** [3]

ترجمہ: "سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

یہی نہیں بلکہ مسلمان عورت کا لباس اور پردہ کافر عورتوں کے لباس سے بھی مشابہت نہ رکھتا ہو اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: **من تشبه بقوم فهو منهم۔** [4]

---

[1] مشکوۃ شریف حدیث 1031۔

[2] جامع ترمذی ، سنن ابوداؤد، سنن نسائی

[3] سنن ابوداؤد حدیث 696

[4] سنن ابوداؤد حدیث 630

ترجمہ:" جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، (کھانے پینے لباس، رہن سہن میں) تو وہ انہی میں سے ہو گا قیامت میں اس کا انہی کے ساتھ حشر ہو گا"۔

﴿ساتویں شرط﴾ : پردے کا لباس شہرت و نمائش کا لباس نہ ہو۔

شرعی لباس و پردہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ لباس شہرت و نمائش نہ ہو یعنی اس لباس کے پہننے کا مقصد خود کو عام لوگوں سے عمدہ ظاہر کرنا نہ ہو۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لبس ثوب شهرة ألبسه الله يوم القيامة ثوب مذلة۔[1]

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" جو شہرت (یعنی نمود و نمائش) کی خاطر (قیمتی) لباس زیب تن کرے اللہ تعالی روز قیامت اسکو رسوائی کا لباس پہنائیں گے"۔

یہ حدیث اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے ایسا لباس یا برقعہ جس کے پہننے کا مقصد عام عورتوں سے ممتاز کرنا ہو، چاہے یہ تمیز رنگ کے طور پر ہو یا تراش خراش کے طور پر ہر صورت حدیث میں موجود حرمت میں داخل ہے۔

انسانی نفسیات سے واقف کوئی بھی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ برائی کی ابتداء اسکے اسباب اختیار کرنے سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے کتاب ہدایت میں نہ صرف برائی سے روکا ہے بلکہ اسکے قریب جانے سے بھی روکا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[2]

ترجمہ:" اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے قریب مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ"۔

---

[1] سنن ابن ماجه حديث 487

[2] [الأنعام: 151]

اسی معنی میں رسول اللہ ﷺ مروی ہے فرماتے ہیں :**عن ابن عباس قال ما رأيت شيئا أشبه باللمم مما قال أبو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم وفيه:زنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهي والفرج يصدق ذلک أو يكذبه۔**[1]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ (چھوٹے چھوٹے گناہ) کے مشابہ اس سے زیادہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ:"آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے، اور نفس کا زنا اس کی تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق اور تکذیب کرتا ہے" ۔

کیونکہ بے راہ روی کی ابتداء ہی دیکھنے سے ہوتی ہے اور جیسے جیسے اسباب میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ہی برائی کا ارتکاب ممکن ہوتا چلا جاتا ہے، اسی لئے شریعت مطہرہ اور دینِ فطرت نے تمام برائیوں اور انکے امکانات کا سدّباب کیا ہے اور شریعت کی طرف سے تمام پابندیاں اسی اصول پر قائم ہیں اس لیے ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ جس کام سے بھی روکا ہے وہ عین انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ معاشرہ کو زنا اور فواحش سے پاک رکھے، اور ان اسباب سے بھی جو زنا کی سیڑھی بنتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے خواتین کی عفت وعصمت کی حفاظت کے جو اسباب بیان کئے ہیں جن میں سر فہرست پردہ ہے اُسے اپنانے اور اس پر شرعی شروط اور تقاضوں کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

❀❀❀

---

[1] صحيح البخاری حديث 1522

دعوت و تبلیغ

دعوتِ دین کے مختلف ذرائع اور ان کے استعمال کی شرعی حیثیت

تالیف: فضیلۃ الشیخ عدنان محمد عرعور حفظہ اللہ مترجم: ڈاکٹر عبد الرحمٰن یوسف مدنی [1]

قسط نمبر: ۲

11: چارٹ

اس میں چار عنوانات ہیں:

﴿1﴾ تعریف اور اہمیّت

آویزاں کردہ چارٹ سے مراد ہے ہر وہ تحریر جسے لوگوں کی یاددہانی کے طور پر تحریری شکل میں لٹکایا گیا ہو۔

یہ دو طرح کے ہوتے ہیں: عام اور خاص۔

عام وہ ہیں جن پر کوئی عام نصیحت تحریر ہو جو ہر دور، ہر جگہ اور ہر مناسبت کے لئے موزوں ہو، مثلاً: کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی نصیحت یا نیکی کا کوئی کام تحریر ہو۔ انہیں مسجدوں میں، راستوں میں، گھروں میں، حکومتی دفاتر اور پرائیویٹ کمپنیوں میں لگایا جاتا ہے۔

دوسری قسم کے خاص چارٹ ہیں جنہیں خاص واقعہ، خاص نصیحت، خاص مناسبت کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کی وفات، موسم حج، عشرئہ ذوالحجہ وغیرہ سے تعلّق رکھنے والی تحریریں۔ ایسی صورتِ حال میں یہ مخصوص لوگوں کی توجہ مبذول کرانے یا خاص کام کے لئے ہوتے ہیں، مثلاً آنے والی مصیبت پر صبر کرنا یا دورانِ حج لوگوں کے ناروا سلوک کا

---

[1] سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اَحسن انداز سے جواب دینا وغیرہ۔ اس طریقِ کار کے بہت سے فوائد ہیں۔

﴿2﴾ چارٹ کی شرعی حیثیت۔

چارٹ آویزاں کرنے کی شرعی حیثیت میں اہلِ علم کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ اہلِ علم کہتے ہیں کہ یہ ایک تبلیغی انداز ہے لہذا یہ جائز ہے، کچھ دیگر اسے ناجائز کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں قرآن وحدیث کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے یا اس میں قرآنی آیات کے ساتھ استہزاء کا پہلو ہے بالخصوص جب ان پر تزئین وآرائش اور فن کاری اور بے جا تکلّف ہو تو یہ دعوتی مقصد سے ہٹ کر فنونِ لطیفہ کا رُخ اختیار کر لیتے ہیں۔

فریقین میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔

قابل ترجیح رائے:

یہ کتاب فقہی مسائل پر مشتمل نہیں کہ ہم اس میں ہر فریق کے دلائل اور اس پر تبصرہ کریں۔ لہذا تفصیلات سے ہٹ کر محض قابل ترجیح اور صحیح نظریہ مختصر طور پر پیش کیا جارہاہے۔ دراصل یہ چارٹ اور اشتہارات مسائل ہیں اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر ان میں شریعت کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو ان کا استعمال بنیادی طور پر جائز ہے۔ تاہم ان کے لئے یہ اُصول اور ضابطے پیش نظر رہنے چاہئیں۔

1. ان کا استعمال دعوت وتبلیغ کے لئے ہو آرائش وزینت کے لئے نہ ہو۔
2. ان کا رسم الخط واضح ہو۔
3. ان پر بے جا ڈیزائننگ نہ ہو۔
4. انہیں تکلّف وتصنّع سے بچایا جائے۔
5. ان کے مشکل الفاظ کی وضاحت کر دی جائے۔

ان اُصول وضوابط کے ہوتے ہوئے انہیں ناجائز کہنے والوں کے پاس منع کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر ان کا مقصد آرائش وزیبائش ہو اور ان کی سجاوٹ میں بے جا تکلّف کیا گیا ہو تو یہ

بہر حال منع ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کچھ امیر لوگ قرآن مجید کو آبِ زر سے مزیّن کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: انہیں ایسا کرنے دو وگرنہ یہ رقم کسی دوسرے (ناجائز) کام میں لگا دیں گے۔[1]

امام موصوف کا یہ فتویٰ ہی ہمارے لئے کافی ہے وہ کتنی دوررَس نگاہ کے مالک تھے۔

تاہم اگر ان کی جگہ کوئی دوسری بہتر چیزیں لگادی جائیں جو اِصلاح یا بگاڑ دونوں سے خالی ہوں تو ایسی صورت میں ان کے بارہ میں خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے اور وہ بھی کسی بڑی خرابی سے بچاؤ کی خاطر۔

﴿3﴾ چارٹ کے مثبت اثرات۔

اس کے کچھ امتیازات وفوائد یہ ہیں:

1. اس پر اخراجات کم ہوتے ہیں اور اس کا علمی مواد زیادہ ہوتا ہے۔
2. یہ لوگوں تک معلومات پہنچانے کا آسان ذریعہ ہے۔
3. جب تک یہ لٹکے رہتے ہیں کسی بھی قسم کے مالی اخراجات اور وقت صرف کرنے یا کسی دوسری محنت کے بغیر ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔
4. اس سے تمام قارئین کو یکساں فائدہ ہوتا ہے۔
5. یاد رکھنے اور لوحِ حافظہ پر مُرتسم کرنے کے لئے اس طریقے سے حاصل ہونے والا فائدہ کسی بھی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ کتنی ایسی آیات اور احادیث ہی جنہیں آدمی کسی چارٹ سے پڑھنے کے بعد یاد کرلیتا ہے۔ بارہا ایسے ہوتا ہے کہ کئی دعائیں چارٹ پر تحریر ہونے کی بناء پر یاد رہتی ہیں۔ مدرسہ اور اسکول میں لگائے گئے چارٹوں

---

[1] فیض القدیر: ج5ص449-

پر تحریر شدہ قرآنی آیتیں، احادیث نبویہ اور خوبصورت شعر یاد کرنا طلبہ کا شروع ہی سے معمول رہا ہے۔

چارٹ کے نقصانات:

1. اگر ان پر ضعیف حدیثیں لکھی ہوں تو وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتی ہیں۔
2. ان پر طرح طرح کے واقعات اور کتاب وسنّت کے خلاف باتیں تحریر ہوتی ہیں۔

﴿4﴾ چارٹ سے متعلق ہدایات وتعلیمات۔

سابقہ ہدایات کے علاوہ یہ مناسب ہو گا کہ:

1. اس پر درج شدہ معلومات بالخصوص احادیث نبویہ کی توثیق کرلی جائے۔
2. یہ کسی نمایاں جگہ میں ہو۔
3. کچھ عرصے کے بعد انہیں تبدیل کر دیا جائے۔

جہاں انہیں آویزاں کیا جائے وہاں کے رہنے والوں سے انہیں یاد کرنے کو کہا جائے، مثلاً مسجد کا اِمام نمازیوں سے انہیں یاد کرنے کی تلقین کرے اور یاد کرنے والوں سے سنے۔ جو بچے انہیں یاد کریں انہیں انعام بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ اگر ہر امام مسجد ہفتے میں ایک چارٹ لگائے جس میں ایک آیت یا ایک حدیث ہو اور اس دوران وہ اس کی حفاظت کرتا رہے۔ ہفتہ بھر نمازیوں سے اسے یاد کرنے کو کہے تو اس مسجد کے نمازی ایک سال میں باون آیات اور باون احادیث سمجھ کر یاد کرلیں گے۔

اگر خاندان کا سربراہ یا فیکٹری کا مالک یا اِدارے کا منتظم ایسے کرنے لگ جائے تو اس طرح کارِ خیر کا اس قدر کام ہو سکتا ہے جو میڈیا، خطبۂ جمعہ، کیسٹ، آڈیو، ویڈیو سی ڈی سے نہیں ہو سکتا بلکہ پڑھی جانے والی کتاب سے بھی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ یہ طریقہ ہائے کار مفید ضرور ہیں لیکن یاد کرنے اور سمجھنے کی اس طرح تلقین نہیں

کرتے جیسے یہ متذکّرہ انداز کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق کے لئے دعا گو ہیں۔

12: جدل ومناظرہ اور مکالمہ

اس میں دس عنوانات ہیں:

(1) اہمیت اور مفہوم۔

یہ ایک بدیہی اور طے شدہ بات ہے کہ دینِ اسلام جبر واِکراہ اور تشدّد سے نہیں پھیلتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[1]

''دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے''۔

اسلام کی دعوت اسے کھول کر بیان کرنے، دلائل فراہم کرنے اور باطل نظریے کی بیخ کنی کے ذریعے دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾[2]

''بلکہ ہم حق کو باطل پر دے ماریں گے تو وہ اس کا بھیجا نکال دے گا تو دیکھو گے کہ وہ ختم ہو کر رہے گا''۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تر شکلوں میں بحث ومباحثہ کو جائز قرار دیا ہے۔ جس میں مناظرہ کی صورت بھی ہے، باہمی گفت وشنید کی صورت بھی اور اس سے ملتی جلتی اور بھی دعوت وتبلیغ کی صورتیں ہیں، اس کے لئے الگ سے کتابیں موجود ہیں تاہم اختصار کے ساتھ انہیں پیش کیا جارہاہے۔

(2) جدل ومباحثہ، مناظرہ، باہمی گفت وشنید، بے مقصد بحث اور دیگر الفاظ کی تعریفات اور ان کا باہمی ربط۔

یہ موضوع اس لئے زیرِ قلم لایا گیا ہے تاکہ داعی کا اندازِ گفتگو مختلف حالات میں ان کے

---

[1] البقرة: 256

[2] الأنبياء: 18

یہ موضوع اس لئے زیرِ قلم لایا گیا ہے تاکہ داعی کا اندازِ گفتگو مختلف حالات میں ان کے تقاضوں کے مطابق ہو کیونکہ اسے مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کے مخاطب بھی اپنی ثقافت اور فہم واِدراک کے لحاظ سے الگ الگ ہوتے ہیں۔

اسی طرح داعی کے لئے اُسلوب بیان کا یہ تنوّع، جس میں کبھی صرف تقریر کبھی مناظرہ اور کبھی باہمی گفتگو اس کے لیے اسلحہ قرار پاتا ہے اور سامعین کے لئے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔

کچھ اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ بحث ومباحثہ، باہمی گفت وشنید اور مناظرہ یہ سب الفاظ ہم معنی یا قریب قریب معنی رکھتے ہیں، باہمی گفت وشنید، بحث ومباحثہ اور جدل ومناظرہ اور دیگر ملتے جُلتے الفاظ قرآن اور حدیث میں کافی حد تک مشترک معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔[1]

تاہم ان دو الفاظ میں کئی لحاظ سے فرق بھی موجود ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہر ایک کا مخصوص معنی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے جدل ومباحثہ کا حکم دیا ہے مگر اس کی صورتیں محدود نہیں کیں، اس کا اُسلوب متعیّن کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ احسن انداز میں ہونا چاہیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[2]

"اور ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے"۔

اسی حکم کی فرماں برداری کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے مناظرے اور بحث ومباحثے کئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی باہمی گفتگو کو قرآنِ مجید میں بیک وقت بحث ومباحثہ اور گفت وشنید قرار دیا ہے۔ اس میں

---

[1] کتاب الجدل ابن عقیل: ص: 16 /مناهج الجدل الدکتور زاهر عواض الألمعی: ص: 29 /الکافیة فی الجدل ابی المعالی الجوینی: ص : 19-

[2] النحل:125

اس صحابیہ نے اپنے خاوند کی شکایت کی تھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ [1]
"اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

ہٹ دھرم اور عناد پسند کافروں کو اللہ تعالیٰ نے غلط بحث ومباحثہ کرنے والے کہہ کر یاد کیاہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ [2] "اور یہ کافر باطل کی مدد سے کٹ حجتیاں کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے حق کو پسپا کر دیں"۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اپنی اقوام سے مذاکرات کو "جدال" بھی کہا گیا ہے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا﴾ [3]
"وہ بولے کہ اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور بہت بحث کر لی"۔

بحث ومباحثہ کو اللہ تعالیٰ نے "جھگڑا" بھی کہا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا﴾ [4] "اور تم ان کے باب میں نہ بحث کرو مگر ٹالنے کے انداز میں"۔

ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو دلائل دیئے [5]۔ علماء نے اسے مناظرہ کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط بحث ومباحثہ کو "جھگڑا" قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: " أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ

---

[1] المجادلة: 1

[2] الكهف: 56

[3] [هود : 32]

[4] [الكهف : 22]

[5] (البقرة :258)

الْجَنَّة ، لِمَنْ تَرَکَ الْمِرْاءَ ، وَاِنْ کَانَ مُحِقّاً"

''جو شخص حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا نہ کرے میں اس کے لئے جنّت کے نچلے درجے میں ایک محل کا ضامن ہوں''۔ [1]

ان سب کو سامنے رکھا جائے تو قرآن وحدیث میں ذکر کردہ الفاظ جدال، مکالمہ، مناظرہ، بحث ومباحثہ معمولی فرق کے ساتھ باہم مترادف معلوم ہوتے ہیں۔ یا پھر ''مناظرہ ،مکالمہ،بحث ومباحثہ'' یہ تینوں جدال کی مختلف صورتیں ہیں اور جدال ایک جامع لفظ ہے جس کی یہ شاخیں ہیں۔ [2] یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

ابن اَثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے: جدال کا معنی ہے مناظرہ اور باہمی حُجت بازی۔ جدل، مناظرہ اور مکالمہ وغیرہ الفاظ کی تعریفات فلسفی اور منطقی لحاظ سے بھی کی گئی ہیں جنہیں میں نے دانستہ طور پر بیان نہیں کیا کیونکہ ہمارا موضوع دعوت و تبلیغ ہے۔ علم کلام ہمارا موضوع نہیں ہے۔ میں حسبِ توفیق ان تعریفات کو آسان اور عام فہم الفاظ میں بیان کرکے داعی حضرات اور مدعوّین کے ذہنوں کے قریب لانے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعاہے۔

جدل ومباحثہ:

جدل کا لغوی معنی ہے مقابلے میں شدّت اختیار کرنا اور یہ عمل باہمی گفتگو سے مکمل ہوتا ہے۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مباحثے کا معنی ہے دلیل کے مقابلے میں دلیل پیش کرنا۔ [3]

اِصطلاح میں بحث ومباحثہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر فریق جس بات کو حق سمجھتاہے اسے واضح

---

[1] ابوداؤد: 4800 / معجم کبیر طبرانی: ج7 ص 98 / مسند الشامیین: 1230،1594/السلسلةالصحيحة: 273

[2] لسان العرب: ج11ص301 -

[3] النهاية: ج1 ص 247-

کرے یا مخالف کی غلطی ثابت کرے اور اس کے شکوک وشبہات کا اِزالہ کرے۔

باہمی گفت وشنید:

اس کا اِصطلاحی معنی یہ ہے کہ ایک سے زیادہ فریق مختلف آراء کا باہمی تبادلہ اس مقصد کے تحت کریں کہ ہر فریق اپنی رائے کے درست ہونے اور دوسری آراء غلط ثابت کرے بشرطیکہ کسی دوسرے فریق کو نیچا دکھانا مقصود نہ ہو۔ اس دوران ہر فریق مختصر الفاظ میں یا مختصر لیکچر کی صورت میں اپنے مافی الضّمیر کا اظہار کرتا ہے تاکہ وہ اپنی حقانیت ثابت کرے اور اس سے متعلق شبہات کا اِزالہ کرسکے، نیز مخالف فریق کی غلطی اور اس کی رائے میں موجود شکوک وشبہات واضح کرے۔[1]

یہ سارا معاملہ پُرسکون اور خاموش ماحول میں انجام پذیر ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حق کا اظہار کیا جائے اور فریق ثانی کو مفاہمت کے انداز میں مطمئن کیا جائے۔

اس کی شرعی حیثیت وہی ہے جو بذاتِ خود دعوتِ دین کی ہے۔ یہ استطاعت رکھنے والے پر واجب ہے۔ قرآنِ مجید میں اس کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں مثلاً سورۂ کہف میں ان الفاظ سے اسے بیان کیا گیا ہے : {قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ}[2] ”اس کے ساتھی نے بحث کرتے ہوئے کہا“۔

مناظرہ:

مناظرے کا لُغوی معنی: حُجت بازی میں مقابلہ کرنا۔[3]

اِصطلاحی مفہوم: ہر فریق اپنے خیال کے مطابق صحیح نظریہ کو ثابت کرنے اور فریق ثانی کے موقف کو غلط ثابت کرنے کے لئے سوال وجواب کا انداز اپنائے تاکہ وہ یہ ثابت کرے کہ

---

[1] المعجم الوسیط ج1 ص 205-

[2] [الكهف : 37]

[3] المعجم الوسیط: ج2 ص 931-

اس کے نظریے سے یہ غلط باتیں لازم آتی ہیں اور اسے بے دلیل بنا کر اس کا دائرہ تنگ کر دے۔ جدل ومباحثہ کی یہ ایک انتہائی دقیق شکل ہے اس کے لئے علم اور فہم وفراست کے علاوہ ایک خاص فنّی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر طالبِ علم کے لئے اسے اختیار کرنا جائز نہیں ہے یہ تیز اور دو دھاری ہتھیار ہے۔

بے مقصد بحث:

اس کا لُغوی معنی حُجت بازی ہے۔

اہلِ علم کی اِصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ ناحق اور غلط حُجت بازی کی جائے۔

جیسا کہ ارشادِ ربّ العزّت ہے: {أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ} [1] ”آگاہ رہو! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے رہے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں“۔

اور کبھی اسے لُغوی معنی میں بھی استعمال کر لیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: {فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا} [2] ”اور تم ان کے متعلق صرف ٹالنے کے انداز میں بحث کرو“۔

مباحثے کا اَحسن انداز:

اس سے مراد یہ ہے کہ بہتر انداز اور قابل قبول طریقے سے بات پیش کی جائے جس میں گالی گلوچ، ہنسی مذاق اور مدِّمقابل کو بُرا بھلا کہنے کا پہلو نہ ہو۔

غلط جدل ومباحثہ:

یعنی غلط انداز میں، اَدب کے دائرے سے نکل کر مباحثہ کرنا جس میں بائیکاٹ، شور وغل اور بدزبانی اختیار کر کے علمی گفتگو سے ہٹ کر ذاتیات پر حملہ کر دیا جائے۔

---

[1] [الشوری:18]

[2] [الکھف:22]

﴿3﴾ جائز و ناجائز جدل و مباحثہ:

گذشتہ سطور میں بیان کردہ باتوں سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ جدل و مباحثہ کی کئی صورتیں ہیں کچھ ان میں سے جائز ہیں اور کچھ ناجائز اور قابل مذمّت ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ}[1]

''اور ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے''۔

اور فرمایا: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ}[2]

''اور اہلِ کتاب سے انتہائی خوبصورت انداز میں بحث و مباحثہ کرو''۔

اس میں نہ صرف مباحثے کی اجازت ہے بلکہ دو شرطوں کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے۔

1. حق پر رہتے ہوئے مباحثہ ہو۔
2. دوسری شرط یہ ہے کہ وہ احسن انداز میں ہو۔

درجِ ذیل صورتوں میں وہ ناجائز اور قابل مذمّت ہو گا۔

1. جب وہ باطل اور غلط موقف کے دِفاع کے لئے ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ}[3]

''اور ان لوگوں کی وکالت نہ کرو جو اپنے آپ سے خیانت کر رہے ہیں''۔

یعنی آپ ایسے لوگوں کا دِفاع نہ کریں جو ظلم اور جھوٹ کے ذریعے اپنی خیانت کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: {وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ}[4]

''اور یہ کافر باطل کی مدد سے کٹ حجتیاں کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے حق کو پسپا

---

[1] [النحل : 125]

[2] [العنکبوت : 46]

[3] [النساء : 107]

[4] [الکھف : 56]

کر دیں"۔

❷ جب وہ علم کے بغیر ہو۔

ارشادِ ربّ العزت ہے : {وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ}[1]

"اور ایسے لوگ بھی ہیں جو بغیر کسی علم کے ، اللہ کی توحید کے باب میں ، کٹ حجتی کرتے اور ہر سرکش شیطان خبیث کی پیروی کرتے ہیں"۔

❸ جب وہ احسن انداز سے ہٹ کر ہو۔ اس کے دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

❹ جب اس کا موضوع کوئی مشتبہ چیز ہو، وہ فتنہ انگیز ہو یا اس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔

ارشادِ ربّ العزت ہے : { فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ}[2]

"تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے متشابہات کے درپے ہوتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت وماہیت معلوم کریں"۔

اس کا اُصول اور ضابطہ یہ ہے کہ "اگر مجادلہ علم کی بنیاد پر ہو اور اچھے انداز میں ہو'حق معلوم کرنے کے لئے ، راہِ ہدایت پر چلنے کی نیّت سے ہو تو وہ پسندیدہ ہو گا۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے تو وہ مذموم ہو گا۔

اسلاف نے جس جدل ومباحثے سے منع کیا ہے اس سے مراد اس کی قابل مذمّت صورت ہے۔ وہ اقوال سلف جن میں اس کی تعریف کی گئی ہے اسی توجیہ پر محمول ہوں گے کیونکہ یہ کتاب وسنّت سے بھی نہ صرف ثابت ہے بلکہ انبیائ کرام علیہم السلام اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی

---

[1] [الحج : 3]

[2] [آل عمران : 7]

واضح اشارات موجود ہیں۔ مثلاً: ارشاد ہوتا ہے : {قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ} [1]

"ان سے کہو بتاؤ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا ہے تم نے اس میں سے کچھ کو حرام ٹھہرایا اور کچھ کو حلال۔ پوچھو: کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا یا تم اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہو"۔

اور فرمایا: {قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ} [2]

"ان سے کہو کہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات میں آدھمکے یا دن میں، تو کیا چیز ہے جس کے بل پر مجرمین جلدی مچائے ہوئے ہیں"۔

یوں بھی ارشاد فرمایا ہے : {قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ} [3]

" ان سے کہو کہ کبھی تم نے غور بھی کیا ان چیزوں پر جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو؟ مجھے دکھاؤ کہ زمین کی چیزوں میں سے انہوں نے کونسی چیز پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصّہ ہے؟ میرے سامنے اس سے پہلے کی کوئی کتاب پیش کرو یا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو"۔

3 قرآنِ مجید اور مناظرہ:

قرآنِ مجید میں مناظرے کی بھی مختلف صورتیں کئی مقامات پر واضح طور سے بیان ہوئی ہیں بلکہ اس میں مدِّمقابل کا دائرہ تنگ کرکے، اس کا منہ بند کرنے اور جواب سے عاجز آجانے

[1] [یونس : 59]

[2] [یونس : 50]

[3] [الاحقاف:4]

واضح اشارات موجود ہیں۔ مثلاً: ارشاد ہوتا ہے : {قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ}[1]

"ان سے کہو بتاؤ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا ہے تم نے اس میں سے کچھ کو حرام ٹھہرایا اور کچھ کو حلال۔ پوچھو: کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا یا تم اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہو"۔

اور فرمایا: {قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ}[2]

"ان سے کہو کہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات میں آدھمکے یا دن میں، تو کیا چیز ہے جس کے بل پر مجرمین جلدی مچائے ہوئے ہیں"۔

یوں بھی ارشاد فرمایا ہے : {قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ}[3]

" ان سے کہو کہ کبھی تم نے غور بھی کیا ان چیزوں پر جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو؟ مجھے دکھاؤ کہ زمین کی چیزوں میں سے انہوں نے کونسی چیز پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصّہ ہے؟ میرے سامنے اس سے پہلے کی کوئی کتاب پیش کرو یا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو"۔

3 قرآنِ مجید اور مناظرہ:

قرآنِ مجید میں مناظرے کی بھی مختلف صورتیں کئی مقامات پر واضح طور سے بیان ہوئی ہیں بلکہ اس میں مدِّمقابل کا دائرہ تنگ کرکے، اس کا منہ بند کرنے اور جواب سے عاجز آجانے

---

[1] [یونس : 59]

[2] [یونس : 50]

[3] [الاحقاف:4]

تک پہنچایا گیا ہے اور رہتی دنیا تک کوئی شخص اِسلام لائے بغیر اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا: {أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ}[1]

''کیا یہ بغیر کسی خالق ہی کے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود ہی خالق ہیں''۔

یہ بھی فرمایا: {أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ}[2]

''اس کی تخلیق تم کرتے ہو یا تخلیق کرنے والے ہم ہیں؟''۔

نیز فرمایا: {يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ}[3]

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے اَطراف سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ تم پروانۂ راہداری کے بغیر نہیں نکل سکو گے''۔

جواب دینے کی دعوت دینا اور چیلنج کرنا مناظرے ہی کی ایک صورت ہے اسے قرآن مجید نے بارہا اختیار کیا ہے۔

﴿5﴾ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں جدل ومباحثہ۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے جدل ومباحثے کے مختلف طریقے اپنائے۔ جس میں باہمی گفت وشنید بھی ہوئی اور مناظرہ بھی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت انداز کی باہمی گفت وشنید کا تذکرہ کیا ہے جو انبیاء کرام o اور ان کی قوموں میں وجود پذیر ہوئی:

باری تعالیٰ فرماتے ہیں : {أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي

---

[1] [الطور : 35]

[2] [الواقعة : 59]

[3] [الرحمن : 33]

أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ (9) قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ (10) {قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (11) وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (12) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ (13)} [1]

"کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، قوم نوح، عاد اور ثمود اور ان کی جو ان کے بعد ہوئے ہیں؟ اللہ کے سوا جنہیں کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے ان کے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اور بولے کہ جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا اِنکار کرتے ہیں اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس کے باب میں سخت اُلجھن میں ڈال دینے والے شک میں ہیں۔ ان کے رسولوں نے کہا: کیا تمہیں آسمانوں اور زمین کے وجود میں لانے والے اللہ کے بارے میں شک ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو بخشے اور تمہیں ایک وقت معیّن تک مہلت دے۔ وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے روک دو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہمارے پاس کوئی کھلا معجزہ لاؤ! ان کے رسولوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں تو تمہارے جیسے آدمی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے۔ اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمہارے پاس اللہ

[1] [ابراھیم : 9-13]

کے حکم کے بغیر معجزہ لائیں اور ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ رکھیں جبکہ اس نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت بخشی اور تم ہمیں جو اِیذاء بھی پہنچاؤ گے ہم اس پر صبر کریں گے۔ اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یا تو ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے یا تمہیں ہمارے دین میں پھر واپس آنا پڑے گا۔ ان کے ربّ نے ان پر وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں ہی کو ہلاک کر دیں گے"۔

سورت یٰسین میں اللہ ربّ العزت نے انبیاء اور ان کی اقوام میں ہونے والے ایک دوسرے مباحثے کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے : {فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ (14) قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (15) قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ (16) وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (17) قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (18) قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ (19)}[1]

"تو انہوں نے کہا: ہم تمہاری طرف پیغمبر ہو کر آئے ہیں۔ وہ بولے کہ تم تو ہماری طرح کے آدمی (ہو) اور اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف (پیغام دے کر) بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو بس صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس، انہوں نے کہا: ہمیں تمہاری نحوست نے آلیا ہے اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ختم کر دیں گے اور تمہیں دردناک عذاب دیں گے ۔انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا یہ اس لئے ہے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو"۔

ایک خوبصورت بحث ومباحثہ جو ایک مسلمان اور ایک کافر کے درمیان کچھ دنیا میں ہوا اور

---

[1] [یٰسین : 14-19]

کچھ آخرت میں ہو گا اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

ربّ العزت کا فرمان ہے : {قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ (51) يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ (52) أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ (53) قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ (54) فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ (55) قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينِ (56) وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ (57) أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ (58) إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ (59) إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (60)}[1]

"ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا۔ جو کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں ہو؟ کیا ہم جب مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو ہم بدلہ پانے والے ہوں گے ؟ کہے گا! ذرا جھانک کے دیکھ تو سہی! تو وہ جھانکے گا اور اس کو جہنم کے بالکل بیچ میں دیکھے گا۔ کہے گا: اللہ کی قسم! تم تو مجھے تباہ ہی کر دینے والے تھے۔ اگر میرے ربّ کا فضل نہ ہوتو میں بھی آج پکڑا ہوا ہوتا۔ ہے نا یہ حقیقت کہ اب ہم پہلی موت کے بعد کبھی مرنے والے نہیں اور نہ ہم پر عذاب ہو گا؟ بے شک بڑی کامیابی یہی ہے"۔

جی چاہے تو آپ سورت کہف میں بیان کردہ ایک مسلمان اور کافر کے باہمی مکالمہ کو پڑھ لیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا (34) وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا (35) وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا (36) قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا (37) لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا (38) وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِنْ تَرَنِ

[1] [الصافات : 51-60]

أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا (39) فَعَسَى رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (40) أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا (41) وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا (42)} [1]

" اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا! میں تم سے مال میں بھی زیادہ اور تعداد کے اعتبار سے بھی زیادہ طاقتور ہوں! اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنے اوپر ظلم کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہو جائے گا۔ اور میں قیامت کے آنے کا بھی گمان نہیں رکھتا اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا ہی گیا تو اس سے بھی بہتر مرجع پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے بحث کرتے ہوئے کہا: کیا تم نے اس ذات کا انکار کیا جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی ایک بوند سے، پھر تم کو ایک مرد بنا کر کھڑا کیا؟ لیکن میرا ربّ تو وہی اللہ ہے اور میں اپنے ربّ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے یوں کیوں نہ کہا کہ یہ جو کچھ ہے سب اللہ کا فضل ہے۔ اللہ کے بغیر کسی کو کوئی قوّت حاصل نہیں۔ اگر تم مال واولاد کے اعتبار سے مجھے اپنے سے کم دیکھتے ہو تو اُمید ہے کہ میرا رب تمہارے باغ سے بہتر باغ مجھے دے اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی ایسی گردش بھیجے کہ وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس کا پانی نیچے اتر جائے اور تم اس کو کسی طرح نہ پاسکو اور اس کے پھلوں پر آفت آئی تو جو کچھ اس نے اس پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹڈیوں پر گر پڑا تھا اور وہ کہہ رہے تھا کہ اے کاش! میں کسی کو اپنے ربّ کا شریک نہ بناتا"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایک سے زائد مقامات پر ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے ساتھ مکالمہ ذکر کیا ہے جسے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

[1] [الکھف : 34-42]

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے درمیان ہونے والے جن خوبصورت مناظروں کا تذکرہ قرآنِ حکیم نے کیا ہے ان میں ایک مناظرہ وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مدِّمقابل سے ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : {أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ}[1]

''کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے ربّ کے باب میں اس وجہ سے حُجت کی کہ اللہ نے اس کو اِقتدار بخشا تھا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا ربّ تو وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ وہ بولا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ بات ہے تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے نکال دے! تو وہ کافر یہ سن کر ہکا بکارہ گیا اور اللہ ظالموں کو راہِ یاب نہیں کرتا''۔

《6》 جدل و مناظرہ کی مختلف صورتوں کی دعوتی ترتیب۔

ایک لائقِ تنبیہ بات یہ ہے کہ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ بحث و مباحثہ کی صورتوں کا آپس میں اِختلاط ہو جاتا ہے۔ وہ مکالمہ کی شکل اختیار کرتا ہے پھر مناظرے میں تبدیل ہو جاتا ہے تاہم داعی کو دعوت کا آغاز مکالمہ سے کرنا چاہیے۔ جب وہ مدِّمقابل کی ہدایت سے نااُمید ہو جائے اور اس کی ضد اور عناد کھل کر سامنے آجائے تو وہ اس کی دلیل کو توڑنے، باطل کے اظہار اور اس کے غرور کو ختم کرنے کے لئے مناظرے کو مجبوراً اختیار کرلے۔

ہمارے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مکالمے اور مناظرے کی ایک خوبصورت مثال ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے حق کو واضح کرنا شروع کیا اور دلائل ذکر کئے تو فرعون نے

[1] [البقرة : 258]

بارہا انہیں موضوع گفتگو سے ہٹانے اور ذاتی مسائل میں اُلجھانے کی کوشش کی۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام اس سے آگاہ تھے۔ جب فرعون موضوعِ گفتگو سے نکلنے اور جان چھڑانے کی کوشش کرتا تو وہ انہیں موضوع کے پہلے نقطے کی طرف واپس لے آتے۔

آیئے! اس خوبصورت مکالمے کو سنتے ہیں جو بعد میں مناظرے اور پھر چیلنج کی شکل اختیار کر گیا۔

ارشاد ربانی ہے : ﴿قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ (18) وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ (19)﴾ [الشعراء:18،19]

”اس نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے اندر پالا نہیں؟ اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے اندر بسر کیے۔ اور تم نے اپنی وہ حرکت، کی جو کی اور تم ناشکروں میں سے ہو“۔

اِس کے ذریعے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ماضی کو اُچھال کر موضوعِ بحث سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔

﴿قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (20) فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ (21) وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ (22)﴾ ” (موسی نے) جواب دیا کہ میں نے یہ اس وقت کیا جب میں خطاواروں میں سے تھا۔ اور جب مجھے تم لوگوں سے اندیشہ ہوا تو میں تم سے بھاگا، پھر میرے ربّ نے مجھے قوّت فیصلہ عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے بنایا۔ اور یہ احسان جو تم مجھے جتا رہے ہو جس کے عوض تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا“۔

اس میں حضرت موسی علیہ السلام نے حق کا اقرار کیا ہے اور ایک شبہے کا ازالہ کیا ہے۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ فرعون نے پوچھا: اور یہ ربّ العالمین کیا چیز ہے؟

یہ محض استہزاء اور انکار ہے۔

﴿قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ (24) قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ

أَلَا تَسْتَمِعُونَ (25)}

"اس نے جواب دیا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا ربّ، اگر تم یقین کرنے والے بنو! اس نے اپنے اردگرد والوں سے کہا! سنتے نہیں ہو؟"

یہ کہہ کر اس نے تحقیر کی کوشش کی ہے اور حق سے انحراف کیا ہے۔

{قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ}

"(فرعون) نے کہا: تمہارا بھی ربّ اور تمہارے اگلے آباءواجداد کا بھی ربّ"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر اپنے بات میں تسلسل قائم رکھا۔

{قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ}

"(فرعون) نے کہا: تمہارا یہ رسول، جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، بالکل خبطی ہے"۔

اس اِلزام تراشی کے ذریعے نقطۂ بحث سے نکلنے کی کوشش ہے۔

{قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ}

"(موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا ربّ، اگر تم عقل رکھتے ہو"۔

حق کو تسلسل سے بیان کیا جارہا ہے۔ ذات اور شخصیّت پر لگائے گئے الزامات کے دفاع کی طرف کوئی توجّہ نہیں دی جارہی۔

{قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ}

"اس نے کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر کے رہوں گا"۔

اس میں حکمران کی دھمکی ہے۔

{قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ}

"(موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: کیا اس صورت میں بھی کہ جب میں تمہارے پاس کوئی واضح نشانی لے کر آیا ہوں؟"

یہ دلائل کے ذریعے جواب ہے۔

{قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ}

"اس نے کہا: وہ پیش کرو اگر تم سچے ہو"۔

یہ چیلنج کا سامنا ہے۔

{فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ (32) وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (33)}

"تو اس نے اپنا عصا ڈال دیا اور وہ دفعتاً ایک صریح اژدھا بن گیا۔ اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ یکایک دیکھنے والوں کو سفید نظر آیا"۔

یہ مدِّ مقابل کو اس کے موقف سے ہٹانے والی دلیل ہے۔

{قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ (34) يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ (35)}

"(فرعون نے) اپنے اِرد گرد کے درباریوں سے کہا: بے شک یہ بڑا ہی ماہر جادو گر ہے یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے۔ تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟"

اس میں مکر و فریب کا پہلو اور سامعین کو بھڑکانے کی کوشش ہے

{قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ (36) يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ (37) فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ (38) وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ (39) لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ (40) فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ (41) قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (42) قَالَ لَهُمْ مُوسَى أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ (43)}

"انہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کو ابھی مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیجئے۔ جو آپ کے پاس تمام ماہر جادو گروں کو لائیں، پھر جادو گر ایک معین دن کے مقررہ

وقت کے لئے جمع کیے گئے۔ اور لوگوں میں منادی کر دی گئی کہ لوگو! جمع ہو جاؤ۔ تا کہ ہم جادوگروں کا ساتھ دیں، اگر وہ غالب رہنے والے ثابت ہوں، پھر جب جادوگر جمع ہوئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: کیا ہمارے لئے کوئی صلہ بھی ہے اگر ہم ہی غالب رہنے والے ہوئے؟ اس نے کہا: ہاں اور اس پر تم مقرّبین میں سے بھی ہوگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: پیش کرو جو تم پیش کرنے والے ہو"۔

اس میں چیلنج اور اطمینان کا پہلو ہے۔

{فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ (44) فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ (45)}

"تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ہی غالب آنے والے ہوں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو یکایک وہ نگلنے لگا اس سوانگ کو جو وہ رچاتے تھے"۔

اس میں حق کا غلبہ اور باطل کی شکست بیان ہو رہی ہے۔

{فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ (46) قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (47)} [1]

"تو ساحر بے تحاشا سجدے میں گر پڑے۔ بولے کہ ہم ایمان لائے اللہ ربّ العالمین پر"۔

اس میں حق کا اعتراف اور اس کے سامنے تسلیم و رضا کا پہلو ہے۔

اس سورت میں اور دیگر سورتوں میں بیان کردہ یہ خوبصورت مکالمہ جو آخر میں مناظرے، گر اں قدر فوائد اور بڑے بڑے نکات میں تبدیل ہو گئے اگرچہ انہیں یہاں بیان کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ تاہم ان کی اہمیت اور ان کے فوائد کے پیشِ نظر انہیں بالاختصار ذکر کیا جا رہا ہے۔

گفتگو کا آغاز موسیٰ علیہ السلام نے کیا فرمایا: " میں اور میرا بھائی اس کائنات کے مالک کے پیغامبر

---

[1] [الشعراء : 18-47]

ہیں"۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پیدا کردہ شکوک و شبہات سے کوئی تعرض نہیں کیا کیونکہ یہ اس کا موقع و محل نہیں تھا فرعون نے دونوں پر ایک بے محل اعتراض کرتے ہوئے کہا:{قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ} "کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے اندر پالا نہیں؟ اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے اندر بسر کئے"۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ انہیں موضوع بحث سے ہٹا دے۔ موضوع بحث یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کا ربّ ثابت کیا جائے۔ اس کے بعد اس نے ایک آدمی کو قتل کرنے کا اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا: {وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ}

"اور تم نے اپنی وہ حرکت کی جو کی اور تم ناشکروں میں سے ہو"۔

موسیٰ علیہ السلام اس کی سازش سمجھ گئے۔ ضیاعِ وقت سے بچنے کے لئے انہوں نے فوراً اعترافِ جرم کیا۔ اس موقعہ پر وقت زیادہ قیمتی تھا ایک لمحے کا ضیاع بھی نامناسب تھا لہذا انہوں نے فوراً جواب دیا{قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ} " اور میں نے یہ کام اس وقت کیا تھا جب میں گم گشتہ راہ تھا"۔

یہ انداز اختیار کرکے انہوں نے فرعون کو موضوع سے نکلنے سے روک لیا مبادا یہ ذاتی معاملات بحث ومباحثہ میں حائل ہو جائیں۔ اس کے بعد فرعون کی تربیت کے احسان جتلانے کے اعتراض کا مختصر جواب ان الفاظ میں دیا{وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ} "اور یہ احسان جو تم مجھے جتا رہے ہو جس کے عوض تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا"۔

ان کا مقصد یہ تھا کہ تم یہ بتاؤ کہ آیا میری پرورش کی نیکی، بنی اسرائیل سے بدسلوکیوں اور اذیّت رسانیوں کے برابر قرار دے رہے ہو، یا تم اپنے ظلم وزیادتی اور بنی اسرائیل کو غلامی کا طوق پہنا کے گھناؤنے جرائم کو میری تربیّت کے احسان میں چھپانا چاہتے ہو۔ بالفاظ دیگر وہ

انہیں یہ باور کرا رہے تھے کہ تمہیں میری پرورش کا احسان تو یاد ہے۔ بنی اسرائیل پر ظلم وزیادتی اور انہیں غلام بنانے کے جُرم کو کیوں بھول رہے ہو؟[1]

موسیٰ علیہ السلام اس دوران ذاتی دِفاع میں مصروف ہو کر دعوتِ دین جیسے اہم فریضے سے ذرا پیچھے نہیں ہٹے۔

جب فرعون انہیں ماضی یاد دِلا کر موضوع سے ہٹانے میں ناکام ہو گیا تو اس نے براہِ راست الزام تراشی شروع کر دی اور وہ ان کا مذاق اڑانے اور انہیں پاگل کہنے لگ گیا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے ایسے الزامات کی ذرا پرواہ نہیں کی کیونکہ فرعون زیر ہو چکا تھا اب ذاتی معاملات کے دِفاع کی ضرورت نہیں رہی تھی کیونکہ اصل موضوع بہت اہم تھا اور وقت زیادہ قیمتی تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی بات جاری رکھی اور دلائل پیش کرتے رہے۔ فرعون نے جب یہ کہہ کر ان کا مذاق اڑانا چاہا : {قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ} "ربّ العالمین کیا ہوتا ہے" تو ان کا جواب یہ تھا {رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ} " وہ تمہارا اور تمہارے سابقہ آباء واجداد کا ربّ ہے" جب فرعون نے انہیں پاگل پن کا الزام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا : {رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ} "اگر تم عقل سے کام لو تو وہ مشرق ومغرب اور ان کے مابین تمام تر چیزوں کا ربّ ہے"۔

دھمکی کی پرواہ نہ کی:

جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو موضوع بحث سے ہٹانے اور حاضرین کو پاگل بنانے میں ناکام ہو گیا تو وہ فوراً کلام کا رُخ بدلتے ہوئے دھمکی دینے لگا تاکہ ناکامی کا قدرے ازالہ ہو جائے اور قائل ہونے کی تردید ہو جائے وہ کہنے لگا {لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ} "اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر کے رہوں گا"۔ لیکن

---

[1] تفسیر ابن کثیر :ج3 ص 345، تفسیر شوکانی :ج4 ص 138-

موسیٰ علیہ السلام نے دھمکی کی ذرا پرواہ نہ کی انہوں نے اپنے مدّ مقابل اور سامعین کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ موضوع بحث کے دلائل جاری رکھے جائیں۔ قید و بند اور ظلم وزیادتی بنیادی مسئلہ نہیں ہے لہذا انہوں نے دلیل کا اسلحہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے تیر چلائے اور اسے حقیقی دلائل سامنے لانے پر مجبور کر دیا۔ وہ فرمانے لگے: {قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ} ''کیا میں تمہارے پاس ایک واضح چیز لے کر نہیں آیا ہوں''۔

ان تمام مشکل مراحل میں موسیٰ علیہ السلام اپنا مدّعا رُکے بغیر مسلسل بیان کرتے رہے۔ اپنے موضوعِ گفتگو سے باہر نہیں گئے۔ انتہائی خوبصورت انداز میں اپنا مقصود بلاخوفِ تردید مدلّل طور پر پیش کرتے رہے۔

کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام اور انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت جبر واکراہ پر استوار ہے۔

❋❋❋

شراب کی ممانعت اور مروجہ قوانین۔

اختر سعید شیخ [1]

قسط نمبر ا

اختر سعید صاحب کا تعلق پاکستان کے نامور اور تجربہ کار وکلاء میں ہوتا ہے۔گذشتہ دونوں المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے تحت ہونے والے اجلاس میں آپ بطورِ قانونی ماہر شریک ہوئے اور آئین کی روشنی میں شراب و منشیات کے عنوان پر لب کشائی کی۔ادارہ نے شراب اور منشیات کے حوالے سے ان سے ایک تحریر لکھنے کا مطالبہ کیا جس کو قبول کرتے ہوئے انہوں نے زیرِ نظر تحریر ارسال کی۔اس پر ادارہ ان کا تہہ دل سے مشکور ہے
یہ مضمون انہوں نے پاکستانی آئین میں شراب اور منشیات کے حوالے موجود آرٹیکلز کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔جس میں باور کرایا گیا ہے کہ پاکستانی آئین بھی شراب کے استعمال اس کی تجارت اور ترویج کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اس طرح کے کسی بھی عمل کو ناجائز اور غیر قانونی سمجھتا ہے اور اس پر سزائیں مرتب کی گئی ہیں۔ اس مضمون کو پاکستانی آئین کے تناظر میں ہی پڑھا جائے۔اس میں مذکورہ استثناءات شریعت کی شراب اور منشیات کے حوالے سے تعلیمات کی کلی ترجمانی نہیں کرتے ۔اس میں چند ایسے استثناءات ہیں جو شرعی نقطہ نگاہ سے محلِ نظر ہیں۔بالخصوص غیر ملکی غیر مسلم کو چند قیود میں رہتے ہوئے اور پاکستانی غیر مسلم کو تہوار کے موقع پر اجازت مرحمت کرنا شرعی نقطہ نگاہ سے محلِ نظر ہے۔(ادارہ)

اس امر میں کسی قسم کے شبہ یا شک کی گنجائش نہیں ہے کہ شراب تمام دنیا کے

[1] Advocate High Court , Legal Consultant , Special Prosecutor (PCG Panel)

مسلمانوں کے لئے حرام اور ممنوعہ قرار دی گئی ہے۔ دینِ اسلام میں کئی سو سال پہلے اس پر پابندی لگادی گئی تھی۔ اور اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے پر سزا مقرر کی گئی۔ تاریخ اسلام ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ اگر کسی مسلمان نے شراب کی ممانعت کا احترام نہیں کیا اور اس کا جُرم ثابت ہونے پر باقاعدہ سزا دی گئی اور اس کو کسی قسم کی نرمی کا مستحق قرار نہیں دیا گیا۔ یہاں پر اس بات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کہ ہمارے مُلک پاکستان کا آئین اور اس سے متعلقہ مروّجہ قوانین میں اس پابندی یا ممانعت کو برقرار رکھنے میں اور پاکستانی عوام کو اس لعنت سے دور رکھنے کے لئے اور اس کے رواج کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟ اور اگر کوئی پاکستانی مسلمان شہری یا غیر مسلم شہری اور یا غیر مسلم غیر ملکی شہری پاکستان میں شراب کی ممانعت سے متعلقہ قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے لئے کیا کیا سزائیں مقرّر کی گئی ھیں اور غیر مسلموں کو کن کن حالات میں رعائت دی گئی ہے۔

آئینِ پاکستان مجریہ 1973 میں اس بات کو پالیسی اصول میں شامل کیا گیا ہے کہ شراب کے استعمال کو روکا جائے۔ میں قارئین کے علم کے لئے متعلقہ آرٹیکل اور سب آرٹیکلز کو پیش کرتا ہوں:

(Chapter R-2) Principle of Policy

Articale-37(h) Prevent the consumption of alcoholic liquor otherwise than for medical and, in the case of non Muslims and **(i)** decentralize the Government administration so as to facilitate expeditious disposal of its business to meet the convenience and requirement of the public.

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین مندرجہ بالا آرٹیکل کے تحت پالیسی کے اصول واضح طور پر شراب کے پھیلاؤ کو روکنے کی پالیسی وضع کر چکے ہیں اور غیر مسلموں کے لئے اور طبّی مقاصد کے استعمال کے لئے بھی رہنما اصول وضع ہوئے ھیں ۔ یہی وجہ ہے کہ **PROHIBITION**(Enforcement of Hadd order 1979) کا نفاذ قرآن وسنت کی روشنی میں اور آئینِ پاکستان کے جاری کردہ پالیسی اصولوں کے تحت یہ قانون تمام پاکستان پر فروری 1979 سے لاگو ھو چکا ہے۔ اس متذکّرہ قانون شراب کے ساتھ ساتھ دیگر منشیات کی سمگلنگ اور استعمال پر پابندی عائد کر کے سزائیں مقرّر کی گئی ھیں جبکہ ایک دوسرا ایکٹ جو کہ کنٹرول آف نارکوٹکس ایکٹ 1979 نافذ العمل ہے جس میں منشیات کی سمگلنگ وغیرہ پر اسپیشل عدالتیں سماعت کرتی ہیں۔

PROHIBITION (Enforcement of Hadd order 1979) میں "حد" سے مراد ایسی سزائیں جو قرآن وسنت کے مطابق دی جائیں اور اس قانون میں جن قوانین کی خلاف ورزی پر حد لاگو نہ ھو تو پھر بمطابق تعزیر سزا دی جاتی ہے۔

ماسوائے قانونی اجازت جو فرد، امپورٹ، ایکسپورٹ، منتقلی، تیاری یا کوئی پراسس کرے گا مزید براں بُوٹلنگ، فروخت، اور مہیا کرنا یا معاون ہو کر اپنی جگہ دے تو ایسی خلاف ورزی کرنے پر کم از کم پانچ سال قید اور زیادہ سے زیادہ 30 کوڑے اور ساتھ جرمانہ بھی عائد ھو گا۔ اگر کسی کے قبضے سے شراب برآمد ھوتی ہے جس کا غیر قانونی ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں کم از کم دو سال قید کی سزا یا زیادہ سے زیادہ 30 کوڑوں کی سزا اور ساتھ میں جرمانہ بھی ھو گا مگر اس میں غیر ملکی غیر مسلم شہری مستثنیٰ ھوں گے اور اس میں پاکستانی غیر مسلم شہری اپنے مذھبی تہوار کے موقع پر مستثنیٰ ھوں گے مگر ان کے پاس شراب کی مقدار مناسب تعداد میں ھونی چاہیے۔

PROHIBITION (Enforcement of Hadd order 1979) میں مسلمان شہریوں کے لئے شراب نوشی کی سختی سے ممانعت ھے اگر غیر قانونی طور پر شراب نوشی کسی بھی فرد پر ثابت ھو جاتی ہے تو اس پر 80 کوڑے کی سزا مقرر کی گئی ہے جو کہ بذریعہ حد لاگو ھو گی اگر حد ثابت کرنے کی (Requirements) پوری نہیں ھو تیں لیکن ثابت ھو جاتا ہے کہ شراب نوشی مسلمان شہری نے کی ہے اور غیر مسلم پاکستانی نے اپنے مخصوص مذھبی تہوار کے علاوہ کی ہے اور غیر مسلم غیر ملکی شہری نے پبلک مقام پر شراب نوشی کی ہے تو بذریعہ تعزیر اس کی سزا جرم ثابت ھونے پر دی جائے گی جو کہ عرصہ 3 سال قید سے زیادہ ھو گی یا 30 کوڑوں سے زیادہ نہ ھو گی یا دونوں سزائیں بھی دی جا سکتی ھیں۔

(جاری ہے)

اوصفحہ اگمزغمر کا بقیہ بھی صحابہ کیا مجال کی شخصیت ڈل ادلہ کا میں) صحابہ کرام کے کردار میں مصلحت کا وجود ہو بھی تو اس میں فساد اور خرابی اس کی مصلحت سے زیادہ ہے۔

مصلحت کی رعایت اور خیال کرتے ہوئے اور فساد کو روکنے کے لیے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی عزت و شرف اور مقام و مرتبہ کی حفاظت کرتے ہوئے یہ منع ہو گا۔

اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بنا پر ڈرامہ اور فلم وغیرہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کا کردار ادا کرنا حرام ہے۔

واللہ تعالی اعلم

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔[1]

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین

❋❋❋

[1] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء دیکھیں: مجلة البحوث الاسلامية (1 ، 223 - 248)

سیر وسوانح

شیخ الحدیث ومفسر قرآن

علامہ ڈاکٹر عبد الرشید اظہر شہید رحمہ اللہ

(یکم فروری 1953 - 17مارچ 2012)

محمد ہاشم یزمانی [1]

علامہ ڈاکٹر عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر تمام مسلکی احباب پر بجلی بن کر گری ہے۔ اور جماعتِ اھلحدیث کو ایسا صدمہ پہنچا ہے کہ شاید وہ جلد اس سے نکل نہ پائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی، اور سہ ماہی البیان سے ڈاکٹر صاحب کی ایسی یادیں وابستہ ہیں کہ ان کو دلوں سے محو کرنا ممکن نہیں رہا۔ المدینہ اسلامک سینٹر اور سہ ماہی البیان سے ڈاکٹر صاحب کی علمی وابستگی کا عرصہ ویسے تو بہت محدود اور مختصر ہے۔ لیکن بہت ہی سنہری ہے۔ وہ لمحات میری نظروں کے سامنے آج بھی گردش کر رہے ہیں جب 2010 کے وسط میں آپ کراچی تشریف لائے تو ان سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے جب آپ سے چند لمحے رہنمائی کیلئے وقت مانگا تو آپ نے فوراحامی بھرلی۔ ڈاکٹر صاحب کی دینی کام کی ترویج اور حرص کا اندازہ لگایئے کہ جب دینی اصلاحات دینی کام کی وطنِ عزیز پاکستان میں ضرورت اور طریقہ کار پر گفتگو شروع کی تو ۲۰ سے ۲۵ منٹ کے بہت ہی مختصر وقت میں بہت ہی عظیم وقیع الشان اور قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔ اور اپنی زندگی کے تجربات کا نچوڑ اور خلاصہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ اور کہنے لگے کہ دین کی سربلندی کیلئے جہاں گفتگو ہو اس مجلس میں کبھی میں اکتاتا نہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے ہماری دوسری ملاقات بھی بے انتہا مفید ثابت ہوئی آپ کراچی تشریف لائے تو تشریف لائے تو حافظ سلیم صاحب حفظہ اللہ (مفتی المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر) کی خصوصی درخواست کرنے پر آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیت سے وقت نکال کر ہمارے ساتھ نشت رکھی اور سینٹر میں ہونے والے کاموں کی اجمالی رپورٹ لینے کے بعد آپ نے انتہائی قیمتی مشوروں سے نوازا۔

[1] متعلم اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ

آپ نے ہماری خاص گذارش کرنے پر مجلۃ البیان میں مستقل طور پر تحریریں ارسال کرنے کی حامی بھی بھری۔ اور واپس جاتے ہی مجلۃ البیان کے لئے اسلامی بینکنگ کے حوالے سے ایک مضمون ارسال کر دیا ۔ جو مجلۃ البیان کے پہلے شمارے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے بعد ازاں گاہے بگاہے ڈاکٹر صاحب سے رابطہ رہا اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازتے اور علمی سرپرستی کرتے رہے۔

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر ۱۴۳۴ھ میں مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کیلئے ایک اسپیشلائزیشن کورس کا آغاز کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جب اس خواہش کا اظہار ڈاکٹر صاحب سے کیا گیا اور ان سے اس کورس میں پڑھانے کی گذارش کی تو آپ نے بلا جھجک اس پر خوشی سے موافقت کی اور آپ نے ثقافت اسلامیہ اور اصول و منہج الدعوۃ کے سبجیکٹ پڑھانے کی ذمہ داری قبول کی۔ اور کہا کہ میں انشاء اللہ اپنی مصروفیات میں سے سال میں وقفے وقفے سے چند ہفتوں کا مناسب ٹائم نکال کر ان دونوں مضمونوں کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ آپ کو ہم نے کتنا ملنسار، خوش طبع وخوش اخلاق، مشفق ومہربان اور دینی خدمت پر حریص پایا کہ اس کے بیان کیلئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے جب آپ حج سے واپس آئے تو ہماری مجلس ادارت کے مدیر محترم فضیلۃ الشیخ حافظ سلیم حفظہ اللہ کی آپ سے فون پر بات ہوئی اور آپ نے البیان کیلئے نئی تحریر بھیجنے کا بھی وعدہ کیا۔ لیکن "قدر اللہ وماشاء فعل" ۔ ڈاکٹر صاحب کی رخصتی ہم سب کو علمی یتیم کر گئی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ÷÷ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کی تمام کابینہ ڈاکٹر صاحب کیلئے خلوصِ دل سے دعاگو ہے کہ: اللهم أدخله الفردو س الأعلى وألحقه بالصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا ۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے سوگواراں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے قاتلوں کو رہتی دنیا کیلئے نشانہ عبرت بنائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے حوالے سے ہمارے دوست محترم ہاشم یزمانی صاحب (متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ الدراسات العلیا قسم الدعوۃ) ڈاکٹر صاحب سے کافی وابستہ رہے ہیں اور انہیں آپ کے گوشہ ہائے زندگی کے بارے میں کافی آگاہی ہے۔ لہذا ہم نے ان سے خصوصی درخواست کی کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی زندگی پر ایک تحریر ارسال کر دیں جسے ہاشم بھائی نے بسر و چشم قبول کیا اور مندرجہ ذیل تحریر ارسال کی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے **ویجعل ذلک فی میزان حسناته** ۔

(خالد حسین گورایہ)

مارچ 2012 ہفتہ کے روز شام 6 بجے کے قریب کسی بھائی نے فون کر کے مستفسرانہ انداز میں اطلاع دی کہ حافظ عبد الرشید اظہر صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ تصدیق کی غرض سے میں نے حافظ صاحب کے صاحبزادے حافظ محمود الرشید، جو مدینہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں، کا نمبر ڈائل کیا تو کافی دیر کے بعد کال رسیو ہوئی اور سسکیوں کی آواز سنائی دینے لگی ، کوئی بات نہ ہو سکی اور کال کٹ گئی۔ جس سے خبر کی ثقاہت کا یقین ہو گیا تھا لیکن دِل بے چین تھا کہ اللہ کرے یہ خبر جھوٹی ہو۔ حافظ صاحب کے بھتیجے اور داماد حافظ عبد الوکیل فہیم صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے خبر کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ دو افراد مہمان بن کر حافظ صاحب کے گھر آئے، دو اڑھائی گھنٹے ان کے ہاں قیام کیا، حافظ صاحب نے پر تکلف کھانا پیش کیا، عزت وتکریم کی گئی کہ اِکرامِ ضیف جزوِ ایمان ہے، فروٹ اور چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد حافظ صاحب نے خود برتن اٹھائے اور پھر " مہمانوں " کے پاس تشریف لے آئے۔ لیکن وہ لوگ مہمانوں کے روپ میں سفاک درندے اور خونخوار بھیڑیے تھے جو اِس مشفق ومہربان میزبان کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے انہیں گلے میں پھندا ڈال کر شہید کر کے فرار ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس طرح امت عموما اور جماعتِ اہل حدیث نامور اور بے باک عالمِ دین،، وسیع النظر، ماہر ترین عربی دان، اور بین الاَقوامی شہرت یافتہ عالم باعمل سے محروم ہو گئی۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ واَدخلہ الجنۃ الفردوس۔ آپ کی نمازِ جنازہ تین جگہ ادا کی گئی۔ پہلی مرتبہ اسلام آباد میں، جہاں امامت کے فرائض مولانا حافظ عبد الحمید ازہر حفظہ اللہ نے انجام دئے۔ اس کے بعد جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں دوپہر اڑھائی بجے نماز ادا کی گئی، جس کی امامت حضرت العلام حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے کروائی۔ تیسری مرتبہ ان کے آبائی شہر خانیوال میں عشاء کے بعد ادا کی گئی، جس کی امامت شیخ الحدیث مولانا یونس بٹ صاحب نے کروائی۔ ایک اندازے کے مطابق 30 ہزار کے قریب لوگ حافظ صاحب کے جنازے میں شریک ہوئے۔ ہر آنکھ

اشکبار تھی اور مرحوم کیلئے رفعِ درجات کے لئے ہر زبان دعا گو تھی۔

حافظ صاحب مرحوم متقن عالم، بلند پایہ خطیب، زبردست ادیب، صاحب قلم و قرطاس اور عظیم مبلغِ اسلام تھے۔ آپ عبادت گذار، مرنجاں مرنج اور خوش کردار وخوش اخلاق طبیعت کے مالک عالمِ دین تھے۔ اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ کسی سے الجھنا اور بحث ونزاع میں پڑنا ان کا شیوہ نہیں تھا۔ پورے ملک میں ہی نہیں بیرونِ ملک بھی ان کے چاہنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ آں حافظ ان تمام معتقدین کو آہوں اور سسکیوں میں بلکتا چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی کے پاس ان شاء اللہ اعلیٰ مقامات میں پہنچ چکے ہیں۔

عجب یہ دنیا سرائے فانی دیکھی ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

ابتدائی حالات اور خاندانی پس منظر:

تقسیمِ ملک سے قبل ڈاکٹر صاحب کا خاندان مشرقی پنجاب کے ضلع "فیروز پور" کی تحصیل "زیرہ" کے ایک گاؤں "امین والا" میں آباد تھا۔ اگست 1947 میں یہ خاندان احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کے مشرق میں چک 23 میں آگیا۔ جہاں حافظ صاحب کے ننھیال سکونت پذیر تھے۔ اور اسی گاؤں میں آپ یکم فروری 1953 کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام عبدالعزیز تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ لوگ ضلع ساہیوال کی تحصیل چیچہ وطنی کے ایک گاؤں L 9/170 آگئے۔ آپ کے والد کو یہاں 8 ایکڑ زمین ملی جس پر وہ کاشت کاری کرنے لگے۔ وہ اپنے بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔ ابھی کم عمر ہی تھے کہ والد وفات پاگئے اور بہن بھائیوں کی ذمہ داری بھی ان پر آگئی، اس لئے وہ تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ مالی طور پر وہ پہلے بھی بہتر نہ تھے اور اب بھی فقر و تنگی نے ساتھ نہ چھوڑا۔

ان حالات کے پیشِ نظر آپ کے خاندان کے کسی فرد نے علم حاصل نہ کیا۔ سب سے پہلے جسے حصولِ علم کی سعادت نصیب ہوئی وہ ہیں ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی عبد الستار

صاحب۔ عبدالعزیز امینوالوی نے اپنے بیٹے کو ضلع ملتان کے قصبہ "عبدالحکیم" میں مولانا عبداللہ جھنڈے بگے والے کے ہاں داخل کرادیا مولانا عبداللہ تقسیمِ ملک سے پہلے انہی کے گاؤں میں رہتے تھے۔ حافظ عبدالستار صاحب نے اپنے والدِ محترم کے ہمراہ یہ (70) میل کا طویل سفر پیدل طے کیا کہ کرائے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ اللہ اللہ! غربت وافلاس کا یہ عالم اور بیٹے کو عالم بنانے کا یہ جذبہ دنیا نے کم ہی دیکھا ہوگا۔

ابتدائی تعلیم:

حافظ صاحب مرحوم اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور گھر کی تنگدستی وفقر سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس لئے انہوں نے تحصیلِ علم کا آغاز اپنے گاؤں کے نابینا استاد حافظ عبدالغنی صاحب سے کیا۔ حافظ عبدالغنی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زبردست صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ حافظ عبدالرشید صاحب کے دو بھائیوں اور ایک بھانجے نے بھی انہی سے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ حافظ صاحب نے گیارہ برس کی عمر میں حفظِ قرآن پاک کی سعادت حاصل کرلی۔ اس کے بعد آپ کو 1965 میں مولانا محمد سعیدی صاحب کے مدرسہ سعیدیہ میں داخل کرادیا گیا، جو چک ۷ کرملی والا تحصیل میاں چنوں میں تھا۔ ان کے بڑے بھائی حافظ عبدالستار صاحب وہاں حفظ کروانے پر مامور تھے۔ یہاں پر حافظ صاحب کو جماعت اھلِ حدیث کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا ابو محمد حافظ عبدالستار حماد صاحب کی رفاقت نصیب ہوئی جو آخری دم تک مودت، محبت والفت کے گہرے رشتے کی صورت میں برقرار رہی۔ جب جامعہ سعیدیہ خانیوال منتقل ہوا تو حافظ صاحب بھی وہاں چلے گئے۔ حافظ عبدالرشید صاحب حفظِ قرآن کے امتحان میں فرسٹ آئے اور ممتحن مولانا عبدالقادر حلیم زیروی نے آپ کی خداداد صلاحیتوں کا کھل کر اعتراف کیا اور نیک تمناؤں کا اظہار بھی۔ حافظ صاحب نے چار سال جامعہ سعیدیہ میں استفادہ کیا۔ یہاں پر آپ نے سب سے زیادہ مولانا محمد داؤد مسعود رحمہ اللہ سے فیض پایا۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ پڑھائی میں بڑے لائق وفائق ثابت ہوئے۔ یہاں تک کہ اردو زبان لکھنا اور پڑھنا آپ نے خود سے سیکھا ہے۔ جب آپ چار سال جامعہ سعیدیہ میں پڑھ چکے تو مزید حصولِ علم کی رغبت پیدا ہوئی جس کیلئے پہلے ماموں کانجن جامعہ تعلیم الاسلام کا رخ کیا لیکن جب 1969 کی ایک صبح جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی کا درسِ قرآن سنا تو ان کے گرویدہ ہو گئے اور جامعہ سلفیہ میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ چانچہ آپ نے چار سال تک جامعہ سلفیہ میں قیام کیا اور حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی صاحب اور مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری رحمہ اللہ جیسے اکابر علماء سے خوب استفادہ کیا۔ اسی دوران آپ نے 1970 میں فاضل فارسی کا امتحان نمبرون سے پاس کیا۔ ایک دفعہ آپ کو کسی کتاب کی ضرورت تھی، والد صاحب سے رقم مانگنے سے شرماتے تھے کہ حالات پہلے ہی نامساعد تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا یہ راستہ نکالا کہ چیچہ وطنی سے فیصل آباد کا سفر پیدل طے کیا اور کرایہ واخراجات کی رقم سے وہ کتاب خرید لی جس کے لئے وہ بے تاب اور بے چین تھے۔ أولئک آبآئي فجئني بمثلهم۔ آج طلبہ کے پاس وافر سہولیات موجود ہیں لیکن پھر بھی تحصیلِ علم کی طرف رغبت نہ ہونے کے برابر ہے۔

چنانچہ آپ نے 1972 میں جامعہ سلفیہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے دیگر شیوخ میں مولانا بنیامین طور صاحب، مولانا فاروق راشدی اور مولانا عبد الرزاق مسعود قابلِ ذکر ہیں۔

تدریسی خدمات:

آں حافظ کو اللہ تعالیٰ نے ہمتِ عالیہ سے نواز رکھا تھا۔ آپ بلند ہمت طالب علم تھے تو ایک کامیاب اور محنتی استاد بھی تھے "هداية النحو" جیسی کتابیں آپ نے زبانی یاد کر رکھی تھیں۔ جامعہ سے فراغت کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ اپنی مادر علمی جامعہ سعیدیہ خانیوال میں بھی کچھ دیر پڑھایا۔ بالآخر جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں

تدریس شروع کی۔ اور میاں فضل حق مرحوم اور مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کے ایما پر آپ نے جامعہ میں شعبہ تصنیف و تالیف قائم کیا۔ جب آپ چھٹیوں میں گھر جاتے اور رمضان شریف میں اپنے گاؤں ہوتے تو اپنے نابینا استاد عبد الغنی صاحب کو مشکوٰۃ کا درس دیتے۔ اس طرح آپ کے استاد صاحب نے مشکوٰۃ حفظ کرلی اور آپ سے انہوں نے تفسیر بھی سیکھی۔

اپنے اس سات سالہ دور میں آپ نے بے شمار طلبہ کو افادہ دیا۔ انہی میں سے ایک ہستی ہمارے استادِ محترم حضرت العلام حافظ محمد شریف صاحب بھی ہیں۔ حافظ صاحب حفظہ اللہ اپنے استادِ محترم کا بے حد احترام کرتے تھے اور قولاً و عملاً اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلبہ کے دلوں میں حافظ صاحب حفظہ اللہ کے لئے بھی بے حد عقیدت اور محبت رکھ دی ہے۔ بارک اللہ فی عملہ وشفاہ من کل داء

ڈاکٹر عبد الرشید صاحب نے اپنے اس سات سالہ دور میں درسِ نظامی کی تمام کتب خوب محنت سے پڑھائیں۔ ماسوائے دو تین کتابوں کے آپ نے پورا نصاب اس مختصر عرصے میں پڑھایا۔ 1978 کے تعلیمی سال میں اورینٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ عربی میں مہمان استاد کی حیثیت سے ایم اے (عربی) کی کلاسوں کو پڑھایا۔

۞ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں:

کئی بار آپ نے اپنے والدِ محترم سے مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کا تذکرہ کیا اور اپنی رغبت کا اظہار فرمایا لیکن والد صاحب اپنے لاڈلے بیٹے کو آنکھوں سے اتنا دور رکھنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ 1980 میں آپ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہوگیا اور والدِ محترم نے بھی اجازت عنایت فرمادی۔ آپ نے "کلیۃ الشریعۃ" کا انتخاب فرمایا۔ یہاں بھی آپ نے بہت محنت سے کسبِ فیض کیا۔ آپ دو اڑھائی ماہ لیٹ آئے تھے لیکن جب امتحانات ہوئے، رزلٹ آیا تو حافظ صاحب مرحوم سب سے پہلے نمبر پر تھے۔ ان خداداد صلاحیتوں پر آپ بالکل اتراتے نہ

تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام والدین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص کا نتیجہ ہے۔ یہاں چار سال قیام کے دوران آپ نے مختلف شیوخ سے خوب استفادہ کیا جن میں شیخ حماد انصاری، شیخ عبدالمحسن العباد، شیخ ابو بکر الجزائری، شیخ عطیہ سالم، شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد، شیخ عبدالرؤوف اللبدی اور ڈاکٹر محمد حمود الوائلی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

کلاس میں آپ خاموش تماشائی نہیں ہوتے تھے بلکہ مختلف سوالات کے ذریعے اور مختلف طریقوں سے اپنا وجود منواتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ مسئلہ تقلید پر بحث ہو رہی تھی۔ آپ نے مسلکِ اہلحدیث کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں اپنا نقطہ نظر بیان فرمایا تو ایک مغربی طالب علم بطور استہزاء کہنے لگا کہ "ماشاء الله أنت مجتهد مطلق" جس پر آپ نے برجستہ فرمایا: "لست مجتهدا مطلقا ولا مقلداً أعمیٰ" آپ کے اس جواب سے سلفی طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ 1381ھ سے شرعی علوم کے فروغ کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ یہاں پر 160 سے زائد ملکوں کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ کسی خاص مسلک کی فقہ نہیں پڑھائی جاتی بلکہ "فقہ المقارن" کی تدریس ہوتی ہے۔ کسی کو کسی موقف کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ اقوال، دلائل، اسبابِ اختلاف اور مرجحات بیان کرکے کسی بھی مسلک کے قول کو راجح قرار دیا جاسکتا ہے۔ کسی مسئلے میں خواہشِ نفس یا قولِ امام کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ قرآن وحدیث اور ان سے صحیح طور سے مستنبط اصولوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ اور یہی سلفی منہج ہے جس پر سعودی عرب کے حکمران بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے اس مبارک فضا میں چار سال گذارے، اس دوران آپ پاکستانی سلفی طلباء کے امیر بھی رہے جو کہ ذمہ داری اور اعزاز کی بات ہے۔ اس دوران آپ نے تین مرتبہ حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آخری مرتبہ جب 1983ء کا حج آیا تو والدہ محترمہ نے پیغام

دیا کہ طبیعت علیل ہے واپس آجاؤ۔ چنانچہ سعادت مند بیٹے نے چوتھا حج کرنے کی بجائے والد ہ محترمہ کی خدمت کو مقدم سمجھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ والدہ کی خاطر ایک حج چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے بدلے میں کئی حج، وہ بھی شاہی مہمان کے طور پر، اور کئی عمرے عطا فرمادیئے۔ اس طرح آپ نے 1983 میں مدینہ یونیورسٹی سے سندِ فراغت پائی اور حسبِ سابق پہلی پوزیشن پر برقرار رہتے ہیں۔

❂ جامعہ اسلامیہ سے فراغت کے بعد:

جامعہ سے فراغت کے بعد آپ کو سعودی عرب کے محکمہ اوقاف کی طرف سے مبعوث کر دیا گیا اور یہ تقرری آپ کی مرضی کے مطابق ہوئی تھی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ انٹرویو میں پہلے نمبر پر آئے تھے۔ پاکستان آکر آپ نے دفتر کی طرف Deputiori پر پنجاب یونیورسٹی لاہور، نیپا اور پولیس اکیڈمی سہالہ میں لیکچر دیئے۔ 1987 میں لاہور میں ججز کو اصول اجتہاد پر تین درجن لیکچر دیئے۔ 1984 میں وفاق المدارس السلفیہ سے "الشہادۃ العالمیۃ" (ایم اے عربی، اسلامیات کے مساوی) کا امتحان ممتاز پوزیشن سے پاس کیا۔ 1985 میں پرائیویٹ طور پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اسلامیات کا امتحان فرسٹ پوزیشن سے پاس کیا۔ 1994 میں مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے منعقدہ تعلیمی وثقافتی کورس میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے ساتھ اسلامی ثقافت کے موضوع پر لیکچر دیئے۔ نومبر 1997 میں نیویارک میں "عظمتِ مسلم" کانفرنس میں شرکت کی اور دو ہفتے حقانیتِ اسلام پر لیکچر دیتے رہے۔ 1997 میں پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی زیر نگرانی ڈاکٹریٹ کا مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا "الدراسة المقارنة بين التفسير المظهري وفتح البيان" اس کی بنیاد پر 2002 میں آپ کو پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی۔ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدیر التعلیم بھی رہے ہیں۔

تصنیفی ودعوتی خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی بھرپور دعوتی زندگی گذاری ہے۔ آپ کو تصنیف وتالیف سے بھی لگاؤ تھا۔ آپ کی تصنفی خدمات کچھ یوں ہیں۔

1. مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی سوانح عمری۔ ۱۹۷۰ میں طبع ہوا۔
2. مولانا داؤد غزنوی کے نصاب اور طرز تعلیم پر ایک نظر۔ لاہور کے ایک ماہنامے کے لئے لکھا گیا تین قسطوں میں مفصل مضمون۔ ۱۹۷۱ میں چھپا۔
3. معیشت اور اخلاق کا باہمی تعلق شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں۔ ۱۹۷۳ میں لاہور کے ایک ماہنامے کے لئے تحریر فرمایا جو ۱۴ قسطوں میں چھپا۔
4. ۱۹۷۴ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی فارسی کتاب "عجالہ نافعہ" کو عربی زبان میں منتقل کیا اور عربی میں اس پر تعلیقات وحواشی لکھے۔ آپ کا یہ کارنامہ مدینہ یونیورسٹی میں داخلے سے پہلے کا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو عربی زبان میں کس قدر عبور حاصل تھا۔
5. طلوع اسلام کے ایک موضوع پر مدلل نقد۔
6. الاستصلاح فی الشریعۃ الاسلامیۃ (شریعت اسلامیہ میں اجتہاد کے لئے مصلحت کا بطور دلیل استعمال) عربی زبان میں بڑے سائز کے ۱۰۰ صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ دراصل یہ مدینہ یونیورسٹی میں آخری سال کا مقالہ ہے۔
7. مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمہ وحواشی قرآن کریم "فتح المجید" پر نظر ثانی کی۔ بالخصوص آیاتِ صفات کے معانی ومفاہیم کا تنقیدی جائزہ لیا۔ یہ کام ۱۹۸۳، ۱۹۸۴ میں کیا۔
8. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ وحاشیہ قرآن "فتح الرحمٰن" کی تنقیح وتصحیح، قاری نعیم الحق صاحب اور مولانا عبد العزیز ازہر صاحب کی رفاقت میں یہ کام ۱۹۸۶۔۱۹۸۷ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آیاتِ صفات کے معانی ومفاہیم میں شاہ

صاحب کا علمی محاسبہ کیا گیا ہے۔

9 شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "حجیۃ الحدیث" کا اردو میں ترجمہ۔

10 شیخ محمد بن صالح العثیمین کی کتاب "عقیدۃ أھل السنۃ والجماعۃ" کا اردو ترجمہ۔

11 "اجتہاد وافتاء" سو صفحات پر مشتمل مقدمہ جو انہوں نے "فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ" کے لئے تحریر فرمایا۔

12 ہفت روزہ الاعتصام کے خصوصی نمبر "بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی" میں ص ۲۴۷ سے ۲۷۶ تک پھیلے ہوئے دو مضامین۔ پہلے میں مولانا کی سند حدیث کا تفصیلا تذکرہ کیا گیا ہے جبکہ دوسرے مضمون میں سند میں ذکر کردہ شیوخ کے اجمالی حالات کا بیان ہے۔

13 "الدراسۃ المقارنۃ بین التفسیر المظھری وفتح البیان" ۱۰۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا عربی زبان میں آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ جس میں علامہ نواب صدیق حسن خان کی تفسیر "فتح البیان" اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم کی "تفسیر مظہری" کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

14 "مقالات تربیت" نامی کتاب جسے مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد کے رفیق کار اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدرس مولانا منیر اظہر صاحب نے ترتیب دیا ہے اس میں ڈاکٹر صاحب کا ایک زبردست مقالہ شاملِ اشاعت ہے۔

15 "مقدمہ توحید" مولانا عبد الستار حماد صاحب کی فرمائش پر ان کی کتاب شرح کتاب التوحید للامام البخاری کے لئے مقدمہ کے طور پر لکھا گیا ۱۰۰ صفحات کا شاندار مقالہ جس میں توحیدِ خالص کے بیان کے ساتھ ساتھ اھلِ بدعت کی توحید کا زبردست رد کیا گیا ہے۔

آپ کے تصنیفی کام کو بھی دعوتی خدمات قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ قلم دعوت کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے، تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ مختلف دعوتی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہتے تھے۔ جامعہ سعیدیہ کے رئیس، المجلس العلمی کے ہیڈ، اسی طرح کئی علمی مجلات کی سرپرست اور مجلس ادارت کے ممبر تھے۔ آپ برسہا برس سے مکتب الدعوۃ السعودیہ اسلام

آباد سے منسلک رہے، یہاں پر آپکا کام یہ ہوتا تھا کہ جو علمی مواد طبع ہو، اسکی نگرانی کی جائے کہ کوئی غیر منہجی منشورات طبع تو نہیں ہو رہیں۔ اسی طرح آپ تمام مبعوثین کے مشرف [نگران] بھی تھے۔

آپ کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وظیفہ بھی وہ دیا جو انبیاء کا تھا۔ چنانچہ آپ نے بھی اسکی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ ہمہ وقت آپ سفر میں دکھائی دیتے تھے۔ برطانیہ اور سعودیہ میں تو کتنے دعوتی پروگرام کئے انکا تو خود حافظ صاحب کو بھی اندازہ نہیں تھا، 1997 میں پورے دو ہفتے امریکہ میں دعوتی دورے پر رہے جبکہ 2002 میں ایک مہینہ کے دعوتی دورے پر انڈونیشیا تشریف لے گئے جہاں پر مختلف علماء کی موجودگی میں حدیث رسولِ ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر لیکچرز کا سلسلہ جاری رہا۔

اس بار موسمِ حج میں آپ سعودی حکومت کی دعوت پر دعوتِ دین کے لئے خاص طور پر مکہ مکرمہ تشریف لائے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں آخری سال بھی حج کا موقع نصیب فرمادیا۔

✪ دروس صحیح بخاری:

حدیث، حجیت حدیث، ردّ فتنہ انکار حدیث اوراس طرح کے موضوعات پر تقریر کرنا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ مذکورہ بالا موضوعات پر خطابت کے وہ بے تاج بادشاہ تھے، کراچی سے پشاور تک جامعات کی کوشش اور خواہش ہوتی تھی کہ حافظ صاحب کو تقریبِ اختتامِ بخاری میں خاص طور پر مدعو کیا جائے اور حافظ صاحب بھی کمال شفقت برتتے ہوئے وقت دے دیا کرتے، یہاں تک کہ حافظ صاحب ایسے بھی جامعہ تشریف لے گئے جہاں بخاری شریف کے صرف تین طالبِ علم تھے، اللہ تعالیٰ نے تفسیر اور حدیث میں خاص طور سے نوازا تھا ہر سال آپ کے دروسِ بخاری شریف کی بھرمار آپ کے خطابات کی مقبولیت دلیل ہیں۔ لیکن اسکے باوجود آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دروس تو مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ جیسی شخصیات کو جچتے ہیں۔

آپ کے خطابات کی چند خصوصیات ہیں جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں شاید یہی وجہ

ہے کہ آپکے دروس ملک بھر میں یکساں طور پر مقبول تھے،

① پہلی خوبی تو یہ تھی کہ آپکا انداز نہایت سادہ، زبان سلیس اور تکلف سے پاک، بڑے بڑے علمی نکات نہایت آسان اسلوب میں بیان فرماتے کہ عام آدمی بھی سمجھ جاتا۔ جہمیہ، معتزلہ، قدریہ اوراشاعرہ جیسے فرقِ باطلہ کارڈّ اتنے شگفتہ اور سہل انداز میں فرماتے کہ یہ علمی مباحث بھی عامۃ الناس کو کو عام مسائل کی طرح سمجھ آجاتے۔

② دوسری خوبی آپ کے دروس کی یہ تھی کہ آپ تنوّع کا اہتمام فرماتے تھے اور تکرارِ معلومات سے گریزاں رہتے تھے، ایک ہی موضوع پر مختلف مقامات پر خطاب فرماتے تو معلومات میں تجدّد ہوتا اور یہ چیز باعثِ کشش اور وجہِ جاذبیت ہے۔

③ تیسری خوبی آپ کے دروس کی یہ تھی کہ قرآن مجید بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے آپ ماشاء اللہ متقن حافظ تھے اور استشہاد کے طور پر آیات کے انبار لگادیتے تھے اور انداز بھی ایسا کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا۔

④ چوتھی وجہ خصوصیت یہ تھی کہ آپ اپنے ہر خطاب اوردرس میں مسلکِ حقہ اہل الحدیث کی حقانیت اور دوسرے مسالک کی خامیوں، کوتاہیوں اور کمزوریوں کی طرف ضرور اشارہ فرماتے، آپ مسلکِ اہل حدیث سے وابستگی کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اہلِ حدیث ہی امّت کی قیادت کر سکتے ہیں آپ کے خطابات میں اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید، اہمیت وافادیت بڑے ہی احسن انداز میں بیان ہوتی تھی۔

تمسّک بالکتاب وسنّت، ایسا وصف تھا جو آپکا اوڑھنا بچھونا تھا، حق بات کہنے کی اللہ تعالیٰ نے آپکو ہمّت وجرأت عطا فرمائی تھی، اس معاملے میں کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے، ایک دفعہ ایک میزبان کے دستر خوان سے اسوقت اٹھ آئے جب اس نے انشورنس کے متعلق اپنی مرضی کا فتویٰ چاہا، آپ نے فرمایا: میں تجھے تیرے کھانے کی قیمت ادا کر سکتا ہوں لیکن فتویٰ تیری مرضی کا نہیں دونگا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ: " اپنے کام سے کام رکھو کسی کی غیبت مت کرو، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا ہے تو اس سے حسد مت کرو"، آپ ہمیشہ قناعت پسند رہے، تلاوتِ قرآن کریم آپ کا بہترین مشغلہ تھا سفر میں بالخصوص تلاوتِ قرآن کریم کا اہتمام کیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ اگر دینی علمی کامیابی حاصل کرنا ہے تو ان پانچ اصولوں کو اپنالو:

1 اللہ تعالیٰ کی معرفت اسکی عبادت۔

2 رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور محبت۔

3 والدین کی محبت اور خدمت۔

4 اساتذہ کرام کا احترام اور اعتراف۔

5 قرآن کریم کی رفاقت اور اس کے معانی تک رسائی کے لئے حدیثِ نبوی ﷺ کی ہدایت۔

آپ کی اولاد:

ڈاکٹر صاحب کی شادی ۱۹۷۳ء میں ان کے استاذ مکرم مولانا علی محمد سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ماشاء اللہ وہ قرآن مجید کی حافظہ ہیں اور انکی اولاد تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور ماشاء اللہ سب حافظ قرآن ہیں سب نے اپنے والد اور والدہ سے گھر میں ہی قرآن کریم حفظ کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے انکی اولاد کو انکے لئے صدقہ جاریہ بنائے ان کی بیوہ، بیٹوں اور بیٹیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، انکی تمام نیکیوں کو قبول کرتے ہوئے انہیں جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

سیر و سوانح

وفات حسرتِ آیات

آہ محدثِ عصر عبدالمنان نورپوری داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

گذشتہ دنوں تمام جماعتی احباب پر یہ خبر بجلی بن کر گری جب علم میں آیا کہ شیخ الحدیث علامہ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے ہیں۔ ہر دل غمزدہ تھا، ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اور دل اس حقیقت کے معترف ہوگئے کہ

لوكان في الدنيا بقاء لساكن　　لكان رسول الله فيها مخلدا

اگر دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رہتے۔

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کی کابینہ کی بھی چند یادیں حضرت العلام شیخ الحدیث سے وابستہ ہیں گذشتہ سال کراچی تشریف لائے تو اس وقت جامعہ اسلامیہ کے طلباء گرمیوں کی چھٹیوں میں کراچی میں تھے شیخ رحمہ اللہ سے گذارش کی گئی کہ صحیح بخاری کی کتاب اخبار الآحاد کی چند احادیث پڑھادیں تاکہ ہمیں بھی آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوجائے, آپ نے بخوشی یہ درخواست قبول کی چنانچہ المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر میں صبح ساڑھے دس بجے سے ایک بجے تک صحیح بخاری کی کتاب اخبار الآحاد کا درس دیا۔ اور اتنا علمی مقدمہ پیش کیا کہ احباب کو احساس ہوا کہ ہم نے تو آپ کی شاگردی سے محروم رہ کر کتنا علم کے بحر سے فیض کا موقع گنوادیا۔

آپ کی طبیعت میں مٹھاس، ملائمت، خوش طبعی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بیانِ حق میں بے باک، تکلف و تصنع سے کوسوں دور۔ علم کے بحرِ بے کراں، حیاو گفتار کے پیکر، ہمہ صفات شخصیت۔ آپ کی خدماتِ جلیلہ کے بیان کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کے تمام اراکین دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں فردوس الاعلی میں مقام نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب اللعالمین۔إنه ولى التوفيق ۔

❋❋❋

فتاویٰ جات

ڈراموں میں صحابہ کرام کی شخصیت کی اداکاری کرنے کا حکم

سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی سے صحابہ کرام کی شخصیت کا روپ دھار کر اداکاری کرنے کے حکم کا سوال کیا گیا تو لجنۃ نے مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرمایا:

الحمد للہ اسلام میں صحابہ کرام کو بہت زیادہ عزت و شرف حاصل ہے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وقت گزارا ہے اور ان کی صحبت میں رہے ہیں، اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت کا حق ادا کیا ہے، اور انہوں نے اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، اس لیے اہل علم کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام اس امت میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، اور اللہ تعالی نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی بنا پر شرف و مقام سے نوازا ہے، اور اپنی کتاب عزیز میں ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر بہت سخت ہیں، اور آپس میں رحمدل، آپ انہیں رکوع و سجود کرتے ہوئے، اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کرتے دیکھیں گے، سجدوں کے اثرات ان کے چہروں میں ہیں"۔ [1]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

" میری امت کا بہترین دور میرا دور ہے، پھر ان کا دور جو ان سے ملیں ہوں، اور پھر ان کا دور جو ان سے ملے ہیں " [2]

اور جو شخص بھی ان کی عزت میں کمی کرے، یا ان کا استہزاء و مذاق اڑائے اور انہیں سب و شتم کرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وعید سناتے ہوئے فرمایا:

"جس نے بھی میرے صحابہ کو گالی دی اور سب و شتم کیا تو اس پر اللہ تعالی، اور فرشتوں، اور سب لوگوں کی لعنت ہو ۔ [3]

اور کسی بھی صحابی کی زندگی کو ڈرامہ یا سینمائی فلم کی شکل میں بنانا اس تعریف کے منافی ہے جو

---

[1] الفتح : 29

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر (3650) صحیح مسلم حدیث نمبر (2535)

[3] السلسلة الاحاديث الصحيحة حديث نمبر .(2340)

اللہ تعالی نے ان کی تعریف کی ہے، اور ایسا کرنے میں ان کے اعلی مرتبہ اور شرف میں کمی کرنا ہے جو اللہ تعالی نے انہیں نوازا ہے۔

کیونکہ ان میں سے کسی ایک صحابی شبیہ اور شکل بنانے میں ان سے مذاق اور استہزاء ہے، اور وہ اداکار ان کا کردار اداکرینگے جن کی اپنی زندگی اسلامی احکام کے مطابق نہیں، اور نہ ہی وہ متقی و پرہیز گار ہیں اور ان کے اخلاق بھی اسلامی نہیں، اس کے ساتھ ڈرامہ سازی کرنے والے اسے مالی کمائی کا وسیلہ بنائنگے، چاہے جتنا بھی بچاؤ ہو پھر بھی یہ ڈرامہ جھوٹ اور غیبت پر شامل ہو گا۔

اسی طرح ڈرامہ اور فلم میں صحابہ کرام کا کردار کرنا مسلمانوں کے دلوں میں ان کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کا باعث ہو گا، اور مسلمانوں کے لیے ان کے دین میں شکوک کا پیش خیمہ ہو گا، اور یہ بھی ضرورت پیش آئیگی کہ کوئی ایک اداکار ابو جہل کا کردار بھی اداکریگا، اور اس جیسے دوسرے کفار کا موقف بھی اپنائیگا، اور اس کی زبان سے بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو گالی بھی نکلے گی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی (نعوذ باللہ من ذالک) اور اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلام پیش کیا ہے اس کو بھی برا کہے گا، بلا شک و شبہ یہ بہت ہی برا اور عظیم گناہ ہے۔

اور اس میں جو اسلام کی دعوت، اور مکارم اخلاق کا اظہار، اور محاسن و آداب پیش کرنے کی مصلحت کا کہا جاتا ہے، یہ غیر مسلم ہے، کیونکہ جو شخص اداکاروں کے حالات سے واقف ہے، اور اس سے جو ان کا ہدف اور ٹارگٹ ہوتا ہے، وہ یہ جان لیتا ہے کہ یہ ایک ڈرامہ ہے تو وہ اداکاروں کی اداکاری اور ڈرامہ سازی کا انکار کرے گا، اور وہ ان کی حالت اور زندگی اور ان کے اعمال کا بھی انکار کریگا۔

اور شریعت اسلامیہ میں اصول و قواعد مقرر ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ: جب کسی چیز میں مصلحت بھی ہو اور فساد و خرابی بھی، اور اس کی خرابی و فساد زیادہ ہو تو وہ حرام ہے۔

بقیہ صفحہ 183 پر